مقدمہ

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے ، اور درود و سلام ہو ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جن کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا گیا ہے اور آپ کی آل پر اور تمام صحابہ کرام پر سلامتی نازل ہو۔

حمد وصلاۃ کے بعد!

سب سے پہلے ہر مسلمان کے لیے یہ جاننا واجب ہے کہ بیت اللہ کو قبلہ ماننے والے اپنے رجحانات کے مختلف ہونے کے باوجود اس بات پر متفق ہیں کہ کلمہ شہادت کا اقرار عمل کے قبول اور آدمی کے اسلام میں داخل ہونے کے لیے شرط اوّل ہے لیکن شیعہ امامیہ (اثنا عشریہ)انہوں نے اس کی مخالفت کی ہے۔

وہ کہتے ہیں اللہ تعالی نے تمام مخلوقات اور تمام انبیاء سے اپنی وحدانیت کا، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اور علی رضی اللہ عنہ کی ولایت کا اقرار کرنے کا عہد لیا ہے۔ پس حدیث قدسی میں ہے اللہ جل جلالہ فرماتے ہیں:

> "میں ان میں سے کسی کے بھی عمل کو قبول نہیں کرونگا جب تک وہ میرے رسول احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے ساتھ ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولایت کا اقرار نہ کرے گا۔
>
> مجھے میری عزت و جلال کی قسم ! میرے بندوں میں سے جو بھی حضرت علی سے محبت اور دوستی کرے گا میں اس کو جہنم سے دور کردوں گا اور جنت میں داخل کردوں گا اور جو بھی میرے بندوں میں سے اس سے بغض کرے گا اور

اسکی ولایت [1] کو قبول کرنے سے انکار کرے گا میں اس سے نفرت کرتا ہوں اور اس کو آگ میں داخل کروں گا جو بہت بری جگہ ہے۔"

مجھے ایسے لوگوں پر تعجب اور حیرانی ہے جو عمومی طور پر اہل سنت والجماعت کو اور خاص طور پر شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کی دعوت پر تہمت لگاتے ہیں کہ وہ دعوت مسلمانوں کو کافر قرار دینے پر قائم ہے۔

حالانکہ شیعہ کی قدیم وجدید کتب اس پر گواہ ہیں کہ وہ اپنے ہر مخالف اور اس شخص کو کافر قرار دیتے ہیں جو ان کے ائمہ معصومین (ائمہ اثناعشر) میں سے کسی ایک کا بھی انکار کرتا ہے، بلکہ ان کے دوسرے گروہ مثلا: نصیریہ، اسماعیلیہ اور زیدیہ بھی اثناعشریہ (امامیہ) کی تکفیر سے محفوظ نہیں رہے۔

اس میں کوئی تعجب والی بات نہیں ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں:

"کسی بھی چیز پر ایمان لانے کا مطالبہ اس قدر نہیں کیا گیا جس طرح ولایت پر ایمان لانے کا کیا گیا ہے، اور شیعہ کے نزدیک ولایت اسلام کا ایک بنیادی رکن اور قبولیت عمل کی بنیادی شرط ہے۔

کلینی کی کتاب "اصول کافی" میں ابو جعفر سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں:

"تمام احکام کی بنیاد اور اصل، تمام بھلائی کے کاموں کا دروازہ اور رحمن تبارک و تعالی کی رضا وخوشنودی امام کو پہچاننے کے بعد اس کی اطاعت کرنے میں ہے، اور یہ اطاعت اور فرماں برداری ولایت کا اقرار کرنے کے بغیر کوئی فائدہ نہیں دے گی، کیونکہ وہ اعمال کی قبولیت کی شرط ہے۔" [2]

بلکہ اصول الکافی میں امام صادق سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں:

---

1 شیعہ امامیہ کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولایت سے مراد ان کو پہلا خلیفہ تسلیم کرنا ہے۔
2 اصول الکافی:185/1

"اسلام کی بنیاد تین چیزوں پر ہے، نماز، زکوۃ اور ولایت، ان میں سے کوئی ایک بھی دوسری دونوں کے علاوہ قابل قبول نہیں ہے۔"[1]

شیعہ امامیہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اگر کوئی مسلمان عبادت اور فرماں برداری کرنے میں تمام کوششیں صرف کر دے لیکن اگر وہ اہل بیت کی ولایت پر ایمان نہیں رکھتا تو اس کے سارے اعمال سمندر کی جھاگ کی طرح ختم ہو جائیں گے۔

اسی لیے مجلسی نے اپنی کتاب "بحار الانوار" میں اس عنوان کے ساتھ باب قائم کیا ہے: "لاتقبل الأعمال إلا بالولاية" ... "ولایت کے بغیر اعمال کو قبول نہیں کیا جاتا" ولایت سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولایت، یعنی ان کو شیخین ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے مقدم کرنا، اور شیخین سے براءت کا اظہار کرنا ہے۔

اور مجلسی نے اپنی اسی کتاب میں لکھا ہے:

"ولایت پر ایمان کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں کیا جاتا، اس کے بارے میں تواتر کے ساتھ احادیث وارد ہیں۔"

اس کتاب میں، میں نے اس حقیقت کو دلائل کے ساتھ ثابت کیا ہے جسے شیعہ اثنا عشریہ چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔ یعنی ان کا ہر اس شخص کو کافر قرار دینا جو شیعہ امامیہ (اثنا عشریہ) میں سے نہیں ہے۔

ہم جانتے ہیں کہ شیعہ امامیہ اپنے اس عقیدے کو مسلمانوں کے سامنے تقیہ کے طور پر ظاہر نہیں کرتے، کیونکہ ان کا دین باطنی ہے وہ ہمارے ساتھ بظاہر محبت کرتے ہیں، لیکن در پردہ ہم سے دشمنی اور بغض رکھتے ہیں۔

لیکن ہم اسلام کا دعوی کرنے والوں میں سے صرف اس شخص کو کافر قرار دیتے ہیں جو دائرہ اسلام سے خارج کرنے والا کوئی کام کرے اور پھر دلائل و براہین واضح ہو جانے کے

---

1 اصول الکافی: 18/7

باوجود اس کام پر ڈٹا رہے۔

میں بفضل باری تعالی ان مصادر کو اور ان کے مصنفین کے ناموں کو ذکر کروں گا کہ وہ دوسرے اسلامی مذاہب کے ساتھ یک جہتی کا اظہار کرتے ہیں اور ان کو دھوکا دینے کے لیے مسلمان ممالک میں اتحاد کے نام پر کانفرنسوں کا انعقاد کرتے ہیں، حالانکہ وہ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ جس نے ان کے عقیدے کی مخالفت کی وہ بالکل کافر ہے ، اس کے اعمال مردود اور رائیگاں ہیں اور وہ قیامت والے دن گھاٹا پانے والے لوگوں میں سے ہوگا(اللہ کی پناہ)

ہم اللہ تعالی سے دعا کرتے ہیں کہ وہ اپنے دین کی مدد فرمائے، اپنے کلمہ کو بلند کرے مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کرے اور منافقین کو اور مسلمانوں کی صفوں میں داخل ہونے والوں کو ذلیل ورسوا کرے،اور ان کی تدبیر کو ان پر ہی لوٹادے، آمین۔

وصلى اللّٰه على نبينا محمد و على آله و صحبه وسلم

كتبه

عبدالله بن محمد السلفي

❁❁❁❁

اہل سنت والجماعت کے نزدیک تکفیر کا منہج

اہل سنت والجماعت کے نزدیک تکفیر ایک باضابطہ منہج ہے، اس لیے کسی معین شخص پر کفر کا حکم لگانے کی کچھ شروط ہیں جن کا پایا جانا ضروری ہے، اور موانع ہیں جن کا ازالہ ضروری ہے، کبھی کبھار انسان کسی کام کو کفریہ کہتا ہے لیکن اس کے مرتکب کو جہالت، تاویل، مجبوری یا غلطی کی وجہ سے کافر نہیں کہا جاتا، اس لیے کفریہ کام کرنے سے کسی کا کافر ہونا ضروری نہیں ہے، اور لوگوں پر کفر کا حکم لگانا ایک فیصلہ کن معاملہ ہے، یعنی قاضی معاملے کے تمام پہلوؤں کو مد نظر رکھنے اور مرتکب سے استفسار کے بعد جب وہ دیکھے کہ اتمام حجت کے ساتھ ساتھ تمام شرائط موجود ہیں، اور کوئی مانع بھی نہیں تب جا کر کسی پر کفر کا حکم لگ سکتا ہے، (اور اس کا بھی حق ہر کسی کو نہیں ہے) کیونکہ تکفیر حد ہے اور حدود اللہ یقین کے بعد ہی قائم کی جاسکتی ہیں جس میں کوئی شک وشبہ نہ ہو، اگر قاضی کو تکفیر کا حکم لگانے میں کسی قسم کا بھی شک وشبہ لاحق ہو تو وہ کفر کا حکم نہیں لگا سکتا۔ جب انسان بغیر یقین کے اپنے بھائی کو زانی، فاسق اور چور کہنے سے گریز کرتا ہے تو پھر اس کے لیے اپنے بھائی کو صرف شک وشبہ کی بنیاد پر دائرہ اسلام سے خارج قرار دینا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ چنانچہ جس نے پورے یقین کے ساتھ اسلام قبول کیا اس کو محض شک وشبہات کی بنیاد پر اسلام سے نکالنا قطعا جائز نہیں ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے اس قول: ((فلا يسلبون الفاسق الملي الإسلام بالكلية و لا يخلدونه في النار)) یعنی" اہل سنت والجماعت کبیرہ گناہ کے مرتکب کو نہ اسلام سے خارج کرتے ہیں اور نہ ہی اسے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جہنمی کہتے

ہیں۔" کی شرح کرتے ہوئے شیخ عبداللہ بن جبرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"کبیرہ گناہ کا مرتکب نہ تو اسلام سے خارج ہوتا ہے اور نہ ہی کفر میں داخل ہوتا ہے۔ لیکن نہ اس کے ساتھ مسلمانوں جیسا پیار و محبت کا معاملہ کیا جائے اور نہ ہی کفار کی طرح اس کے مال و جان کو مباح سمجھا جائے۔ وہ تو صرف گناہگار ہے نہ کہ دائرہ اسلام سے خارج، یہ اس کا دنیاوی حکم ہے۔ رہا آخرت کا معاملہ تو وہ اللہ رب العزت کے ہاتھ میں ہے اگر چاہے تو درگزر فرما کر معاف کر دے اور جنت میں داخل کر دے اور اگر چاہے تو گناہوں کے برابر سزا دینے کے بعد جہنم سے نکال دے، کیونکہ احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ کوئی بھی توحید پرست لا الہ الا اللہ کا اقرار کرنے والا جہنم میں ہمیشہ نہیں رہے گا بلکہ ہر کلمہ گو جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوا، اسے آگ سے نکال لیا جائے گا۔ یہی نہیں بلکہ صحیح احادیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مشرک کے علاوہ میں اپنی ساری امت کے لئے اللہ کے حضور سفارش کروں گا۔"[1]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اپنی کتاب "منہاج السنۃ" میں فرماتے ہیں:

"رافضیوں کا خیال ہے کہ وہ قرآن پاک کی اس آیت:

﴿ لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ۭ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿٢٨﴾ ﴾[2]

"مومنوں کو چاہیے کہ ایمان والوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ تعالی کی کسی حمایت میں نہیں مگر یہ کہ ان کے شر سے کسی

1 التعلیقات الزکیة علی العقیدة الواسطیة: 186-187/2

2 آل عمران: 28

طرح بچاؤ مقصود ہو، اور اللہ تعالی خود تمھیں اپنی ذات سے ڈرا رہا ہے، اور اللہ تعالی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔'

پر عمل کرتے ہوئے اپنے علاوہ تمام اہل قبلہ (مسلمانوں) کو کافر کہتے ہیں، حالانکہ ان کے ہاں تمام مسلمانوں کو کافر کہنے میں دو قول ہیں، لیکن میں نے ان کے بہت سے اماموں کی کتابوں اور فتاویٰ جات کو پڑھا ہے جن میں وہ واضح طور پر تمام مسلمانوں کو مرتد سمجھتے ہوئے ان کی تکفیر کرتے ہیں اور مسلمان ممالک کو کفار کے علاقے، اور ان کے پانی کو ناپاک سمجھتے ہیں۔" [1]

دکتور عبد اللہ قرنی فرماتے ہیں:

"کسی کو کافر کہنا شرعی حکم ہے، اس لیے شرعی شروط کے بغیر کسی معین شخص کو کافر نہیں کہا جاسکتا، اور جس شخص میں یہ شروط موجود ہوں وہ بغیر کسی تردد کے کافر ہے، جیسے کسی کے لئے بغیر کسی شرعی دلیل کے کسی قول یا فعل کو شرک کہنا جائز نہیں ہے، بالکل اسی طرح کسی کے لیے شرعی قواعد وضوابط کے بغیر کسی معین شخص پر کفر کا حکم لگانا درست نہیں ہے، اور اگر ہم کسی مسلمان کو شرکیہ کام میں ملوث دیکھیں تو ضروری نہیں کہ ہم اس کو مشرک سمجھیں بلکہ ہو سکتا ہے کہ وہ مجبور ہو لہذا تکفیر کی شروط کی موجودگی اور موانع کے ازالے کے بعد ہی کسی پر کفر کا فتوی لگایا جاسکتا ہے، صرف کسی کا کفریہ کام میں ملوث ہونا اور اس پر کفر کا حکم لگانا، یہ دونوں آپس میں لازم وملزوم نہیں ہیں۔"

پھر فرماتے ہیں:

"اللہ تعالی نے اہل سنت والجماعت کی اختلافی باتوں میں اپنی مشیت سے حق کی طرف رہنمائی فرمائی ہے، کیونکہ وہ کسی بھی کام اور اس کے کرنے والے پر حکم

---

1 منهاج السنة النبوية: 6/431-432

لگانے میں شرعی نصوص کا التزام کرتے ہیں، نصوص شرعیہ کسی بھی فعل کی جانچ پڑتال، آیا کہ وہ کفر ہے یا نہیں؟ اس کا کرنے والا کافر ہے یا نہیں؟ کے لیے ترازو کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اور انہوں نے کتاب وسنت کی روشنی میں تکفیر کی شروط اور موانع مقرر کیے ہیں، یہی وجہ ہے کہ وہ شرائط کی موجودگی اور موانع کے ازالہ کے بغیر کسی بھی شخص کو کافر نہیں کہتے اور بغیر کسی تردد کے اس شخص کو مسلمان تسلیم کرتے ہیں جس نے اسلام میں داخل ہونے کا ارادہ ظاہر کیا ہو یا ظاہری طور پر اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہو، اور اپنے مخالفین کی طرح نصوص کو ایک دوسرے سے ٹکرانے کی بجائے حق کا التزام کرتے ہیں۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"کسی کو کافر کہنے سے پہلے دو باتوں کو مد نظر رکھنا ضروری ہے:

1۔ اس کام کا کفریہ ہونا کتاب وسنت سے ثابت ہو کیونکہ بغیر کسی شرعی دلیل کے کسی کام کو کفریہ کہنا اللہ تعالی پر جھوٹ باندھنے کے مترادف ہے۔

2۔ تکفیر کی شرائط کی موجودگی اور موانع کے ازالہ کے بعد کسی معین شخص کو کافر کہنا۔

تکفیر کی شرائط میں سے اہم ترین شرط یہ ہے کہ کفریہ کام کا مرتکب یہ جانتا ہو کہ وہ شریعت کی مخالفت کر رہا ہے کیونکہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿وَ مَنۡ یُّشَاقِقِ الرَّسُوۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُ الۡہُدٰی وَ یَتَّبِعۡ غَیۡرَ سَبِیۡلِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَ نُصۡلِہٖ جَہَنَّمَ ؕ وَ سَآءَتۡ مَصِیۡرًا ﴿۱۱۵﴾﴾ [1]

"جو شخص راہ ہدایت کے واضح ہو جانے کے بعد بھی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرے اور تمام مومنوں کی راہ چھوڑ کر چلے، ہم اسے ادھر ہی متوجہ کر دیں گے جدھر وہ خود متوجہ ہو، اور ہم اسے دوزخ میں ڈال دیں گے، وہ پہنچنے

---

1 النساء: 115

کی بہت ہی بری جگہ ہے۔''
اس میں راہ ہدایت واضح ہو جانے کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت پر آگ کے عذاب کی وعید ہے۔"

تکفیر کے چند موانع قابل ذکر ہیں:

1۔ انسان کو کفر کرنے پر مجبور کیا جائے، اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَىِٕنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝۱۰۶﴾[1]

"جو شخص ایمان لانے کے بعد اللہ سے کفر کرے مگر اس شخص کے جس پر جبر کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر برقرار ہو، مگر جو لوگ کھلے دل سے کفر کریں تو ان پر اللہ کا غضب ہے اور ان کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔"

2۔ شدید خوشی، غم و غصہ یا خوف کی وجہ سے اس سے ارادہ اور سوچ بچار کرنے کی صلاحیت عارضی طور پر سلب ہو جائے اور اس کو معلوم نہ ہو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے، جیسا کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

﴿وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ ۙ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝۵﴾[2]

"تم سے بھول چوک میں جو کچھ ہو جائے اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں البتہ گناہ وہ ہے جس کا تم دل سے ارادہ کرو، اللہ تعالی بڑا ہی بخشنے والا مہربان ہے۔"

اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

1 النحل: 106
2 الاحزاب: 5

”جب کوئی انسان اللہ سے سچی توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالی اُس پر اس بندے سے بھی زیادہ خوش ہوتے ہیں جو اپنی سواری پر کسی ویران زمین پر سفر کر رہا ہو اور اس کے کھانے پینے کی تمام اشیا اس کی سواری پر موجود ہوں، اچانک اس کی سواری گم ہو جائے اور وہ اس کی تلاش میں تھک ہار کر مایوس ہو جائے او ر درخت کی چھاؤں میں سو جائے جب نیند سے بیدار ہو تو دیکھے کہ سواری اس کے پاس کھڑی ہے جلدی سے اس کی لگام کو پکڑ کر شدید خوشی کی حالت میں یہ کہے، اے اللہ! تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں، شدید خوشی کی وجہ سے اس نے غلط جملہ بول دیا ہے۔“ [1]

3۔ جو شخص کفریہ کام کر رہا ہے اس کو اس کام کے بارے میں کوئی شبہ لاحق ہے اور وہ یہ سمجھے کہ وہ حق پر ہے تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی کیونکہ وہ یہ جان بوجھ کر مخالفت نہیں کر رہا، اور وہ اللہ تعالی کے اس قول:

﴿وَ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ ۙ وَ لٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۝﴾ [2]

”تم سے بھول چوک میں جو کچھ ہو جائے اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں، البتہ گناہ وہ ہے جس کا تم دل سے ارادہ کرو۔“

میں داخل ہے۔

اور اپنی کوشش کرنے کی وجہ سے اللہ تعالی کے اس قول:

﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ﴾ [3]

”اللہ تعالی کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔“

---

1 صحیح مسلم ( )

2 الأحزاب: 5

3 البقرة:286

میں داخل ہے۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ سے جب ایسے آدمی کے بارے میں سوال کیا گیا جو جہالت کی وجہ سے توحید سے عاری ہے تو آپ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا: جہالت کا عذر ہر اس کام میں ثابت ہے جس کے ذریعے انسان اپنے رب کی اطاعت کرتا ہے کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالی فرماتے ہیں:

﴿اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ﴾ [1]

"یقیناہم نے آپ کی طرف اسی طرح وحی کی ہے جیسے کہ نوح اوران کے بعد آنے والے نبیوں کی طرف کی۔"

یہاں تک کہ فرمایا:

﴿رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ﴾ [2]

"ہم نے انہیں رسول بنایا ہے خوشخبریاں سنانے والے اور آگاہ کرنے والے تاکہ لوگوں کی کوئی حجت اور الزام رسولوں کے بھیجنے کے بعد اللہ پر نہ رہ جائے۔"

مزید اللہ تعالی فرماتے ہیں:

﴿وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا﴾ [3]

"اور ہماری سنت نہیں کہ رسول بھیجنے سے پہلے ہی عذاب کرنے لگیں۔"

اسی طرح اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًۢا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا

1 النساء : 163

2 النساء: 165

3 الإسراء:15

يَتَّقُوْنَ ۭ﴾[1]

”اور اللہ تعالی ایسا نہیں کرتا کہ کسی قوم کو ہدایت دینے کے بعد گمراہ کردے، جب تک ان چیزوں کو صاف صاف نہ بتادے جن سے وہ بچیں۔“

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے، آپ نے فرمایا:

”قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس امت کے کسی بھی یہودی یا عیسائی نے میرے بارے میں سنا اور پھر جو شریعت میں لے کر آیا ہوں اس پر ایمان نہ لایا تو وہ جہنمی ہے۔“[2]

الغرض اس مسئلہ میں بہت سے دلائل موجود ہیں لہذا دنیاوی معاملات میں کسی شخص کا اس کی لاعلمی کی وجہ سے مؤاخذہ کرنا شرعا درست نہیں۔[3]

اسی لیے صحیح بخاری کے مصنف امام بخاری رحمہ اللہ اپنی کتاب (خلق افعال العباد) میں فرماتے ہیں:

”میرے نزدیک کسی جہمی یا رافضی کے پیچھے نماز پڑھنا یا کسی یہودی یا عیسائی کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی فرق نہیں۔“

مزید فرماتے ہیں:

”نہ ان (جہمیوں اور رافضہ) کو سلام کیا جائے، نہ ان کی تیمارداری کی جائے، نہ ان سے شادی بیاہ کا تعلق قائم کیا جائے، نہ ان سے گواہی طلب کی جائے اور نہ ہی ان کے ہاتھ سے ذبح کئے گئے جانور کا گوشت کھایا جائے۔“[4]

[ان ساری باتوں سے معلوم ہوا کہ کسی بھی معین شخص کی تکفیر کرنا بغیر کسی تحقیق اور

---

1 التوبة: 115

2 صحيح مسلم: 153

3 مجموع فتاوى و رسائل الشيخ ابن عثيمين رحمه اللّٰه (2 / 127،128)

4 خلق افعال العباد للبخاري:33/1

موانع کے زائل کرنے کے، جائز و درست نہیں ہے۔

لہٰذا بعض لوگوں کا اہل قبلہ کو بالعموم اور اہل سنت والجماعت کو بالخصوص کافر قرار دینا نہایت مذموم عمل ہے، اللہ کے ہاں جوابدہ ہوں گے۔]

❀❀❀❀

خوارج اور شیعہ کے درمیان موازنہ

دکتور ناصر العقل حفظہ اللہ نے اپنی کتاب ((الخوارج أول الفرق فی تاریخ الاسلام)) میں رافضیوں اور خوارج کے درمیان موازنہ کیا ہے، ہم اس موازنے کو عمدگی اور خوش اسلوبی کی بنا پر یہاں نقل کر رہے ہیں، آپ فرماتے ہیں:

"خوارج اور شیعہ کی بنیاد اور ظہور ایک ہی وقت اور ایک ہی جگہ سے ہے، لیکن دونوں کے اصول اور مقاصد ایک دوسرے سے مختلف ہیں، بعض معاملات میں دونوں فریق متفق اور بعض میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔

مندرجہ ذیل امور میں دونوں آپس میں متفق ہیں:

1۔ مبالغہ آرائی:

دونوں فریق مبالغہ آرائی کرنے میں برابر ہیں، مگر دونوں کی صورتیں الگ الگ ہیں۔

خوارج کا غلو دین اور احکامات میں تشدد کرنے میں، اپنے مخالف کے بارے میں سخت موقف اختیار کرنے اور دوسروں سے براءت کا اظہار کرنے میں ہے ، اور شیعہ کا غلو اشخاص میں ہے، جیسا کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ میں اور آل بیت میں غلو سے کام لیا ہے۔

2۔ جہالت، بیوقوفی اور تنگ نظری:

اکثر خوارج اور شیعہ جاہل بیوقوف اور تنگ نظر ہوتے ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں ان کا عقیدہ اور مسلمانوں کے امام کے خلاف بغاوت، خوارج کی بیوقوفی کی سب سے بڑی دلیل ہے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذات میں بے جا مبالغہ آرائی کرنا(

حالانکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے افعال سے براءت کا اظہار کیا اور ان کے بعض گروہوں کو اسی وجہ سے سزا بھی دی تھی) شیعہ کی جہالت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

3۔ شرعی علم کی کمی اور دین میں سمجھ کی کمزوری:

خوارج حصول علم میں کمزور اور ناپختہ ہونے کی وجہ سے شرعی نصوص کو سمجھنے میں دھوکہ کھا جاتے ہیں، اور شیعہ علماء محدثین سے علم حاصل نہیں کرتے بلکہ وہ جھوٹی اور من گھڑت روایات بیان کرنے والوں سے علم حاصل کرتے ہیں۔ دونوں فریق صرف ان روایات پر عمل کرتے ہیں جو ان کی خواہشات کے مطابق ہیں۔

4۔ احادیث سے کنارہ کشی اور ائمہ سے بغاوت:

عقیدے اور عمل میں خوارج کا طرز عمل اہل سنت والجماعت سے بالکل مختلف ہے، اور انہوں نے مسلمان حکمرانوں کے خلاف خون ریزی کرتے ہوئے بغاوت کی ہے، اسی طرح شیعہ بھی عقیدہ و عمل میں اہل سنت والجماعت سے الگ تھلگ ہیں، وہ بھی مسلمان حکمرانوں کے خلاف بغاوت کو جائز سمجھتے ہیں (البتہ اپنے مزعومہ امام مہدی کے آنے کے منتظر ہیں) گویا دونوں فریق ہر اس فتنے کو تقویت پہنچاتے ہیں جو مسلمانوں کے لیے نقصان دہ ہو۔

5۔ رسول اللہ ﷺ کی احادیث اور سلف صالحین کی روایات پر عمل نہ کرنا:

دونوں فریق خوارج اور روافض تمام تر احادیث یا ان میں سے اکثر پر اعتماد نہیں کرتے، لیکن ان احادیث کو بخوشی تسلیم کرتے ہیں جو ان کی بدعات و خواہشات کے موافق ہوں، اسی طرح سلف صالحین کی روایات سے مکمل کنارہ کشی کرتے ہیں۔

6۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں غلط عقیدہ رکھنا:

خوارج سیدنا علی، عثمان، معاویہ، ابو موسی الاشعری، عمرو بن العاص اور جنگ جمل و

صفین میں شریک ہونے والے تمام صحابہ (رضی اللہ عنہم) کو کافر کہتے ہیں اور سلف صالحین کو گالیاں دیتے ہیں اور ان کی عیب جوئی کرتے ہیں۔ جبکہ شیعہ چند ایک صحابہ رضی اللہ عنہم کے علاوہ تمام صحابہ کو کافر کہتے، اور تمام سلف صالحین کو گالیاں دیتے ہیں۔

7۔ مخالفین کی تکفیر کرنا

خوارج اور شیعہ ان تمام مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں جو ان کے مخالف ہیں، اگرچہ دونوں فرقوں کے ہاں تکفیر کے اصول واسباب مختلف ہیں۔

خوارج واقعہ تحکیم کی وجہ سے بعض صحابہ کو کافر کہتے ہیں، اسی طرح ان کے نزدیک جو مسلمان گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرے یاان کے لشکر میں شامل ہونے سے انکار کرے وہ کافر ہے، البتہ کفر کی درجہ بندی، یعنی کفرِ شرک اور کفرِ نعمت کی تعیین کرنے میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ جبکہ رافضہ تمام مسلمانوں، ان کے ائمہ، حتی کہ چند ایک کے علاوہ تمام صحابہ کرام کو مرتد سمجھتے ہیں۔

اور بہت سے نظریات میں دونوں فرقے ایک دوسرے سے مختلف ہیں:

1۔ شیعہ اہل بیت کی شان بیان کرنے میں بہت مبالغہ آرائی کرتے ہیں جبکہ خوارج اہل بیت سے بغض وکینہ کا اظہار کرتے ہیں اسی لیے ان کو (ناصبہ) کہا جاتا ہے۔

2۔ دینی مصادر و روایات میں شیعہ اکثر جھوٹ پر اعتماد کرتے ہیں جبکہ خوارج دینی روایات میں جھوٹ نہیں بولتے، یہاں تک کے اپنے دشمن پر بھی جھوٹ نہیں باندھتے کیونکہ جھوٹ بولنا ان کے نزدیک کبیرہ گناہ ہے اور کبیرہ گناہ کا مرتکب دائرہ اسلام سے خارج ہے لیکن صرف جہالت کی بنا پر راہ راست سے دور ہیں۔

3۔ خوارج اپنے اقوال و عقائد کا برملا اظہار کرتے ہیں جبکہ شیعہ کا کوئی علیحدہ علاقہ یا حکومت نہیں بلکہ شروع سے ہی مسلمانوں کے درمیان بستے ہوئے تمام تر معاملات میں منافقت اختیار کرتے ہیں۔

4۔ خوارج اکثر حالات میں اپنے مخالفین سے لڑائی کرنا ضروری سمجھتے ہیں جبکہ شیعہ اپنے معصوم ائمہ میں سے کسی امام کی اقتداء میں لڑتے ہیں اور اپنے تمام ائمہ کو ہر قسم کی غلطی سے پاک سمجھتے ہیں، اور ان کے ایسے ایسے اوصاف بیان کرتے ہیں جو صرف اللہ تعالی کی ذات کے ساتھ خاص ہیں مثلاً علم الغیب، بندوں کے دلوں میں تصرف، کون ومکاں میں تصرف، شریعت سازی وغیرہ۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ہر اس فتنے کو بھڑکاتے ہیں جو مسلمانوں کے لیے نقصان دہ ہو۔

5۔ اکثر خوارج سخت دل، خشک طبیعت ہوتے ہیں اور ان کا تعلق دیہاتوں سے ہوتا ہے جبکہ شیعہ کی اکثریت کا تعلق عجم سے ہے اور یہ بے عقل معمولی درجہ کے لوگ ہیں۔

6۔ شیعہ اہل سنت والجماعت سے خیانت، دھوکے اور خفیہ چال بازی سے کام لیتے ہیں جبکہ ان کے برعکس خوارج میں منافقت نہیں ہے بلکہ وہ اہل سنت والجماعت سے براءت اور اپنے مذہب اور اصولوں کا بڑی سختی اور وضاحت سے اعلان کرتے ہیں۔

7۔ خوارج کسی کی بات کو تسلیم نہیں کرتے اسی لیے ان پر حکومت کرنا انتہائی مشکل کام ہے، جبکہ شیعہ آنکھیں بند کر کے اطاعت کرنے والی قوم ہے، ہر اس شخص کی پیروی کرتے ہیں جو ان کے شعار کو اپناتے ہوئے اہل بیت کی مدد اور ان سے محبت کا دعوی کرتا ہے، حالانکہ بسا اوقات وہ شخص بے دین یا کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوتا ہے، اسی لیے ان میں جھگڑالو، جھوٹی نبوت کے دعویدار، بے حیا، کبیرہ گناہوں کے مرتکب بہت زیادہ ہیں۔

8۔ خوارج قرآن وسنت کے ظاہری معانی پر عمل کرتے ہیں، اسی لیے شرعی نصوص سے استدلال کے اصول وضوابط، تعارض وترجیح کے قواعد، ان کے نزدیک کوئی حیثیت نہیں رکھتے، اسی طرح سلف صالحین کے فہم کا بھی انکار کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ایسی نصوص جن میں کامیابی کے وعدے اور امید دلائی گئی ہے، کو چھوڑ کر ان آیات و

احادیث پر زور دیتے ہیں جو وعید و خوف پر مشتمل ہیں۔

جبکہ ان کے برعکس شیعہ یا تو نصوص کا بالکل انکار کرتے ہیں یا ان کی باطل تاویل کرتے ہیں ، آیات و احادیث کے شرعی اور لغوی معانی کو تسلیم کرنے کی بجائے اپنی خواہشات کے مطابق باطنی اشاری طریقے پر ان (آیات و احادیث) کی تفسیر کرتے ہیں ، اپنے ائمہ کو ہر قسم کی غلطی سے پاک سمجھتے ہیں اسی لیے بغیر غور و فکر کیے ہر معاملے میں ان کی اطاعت و فرماں برداری کرتے ہیں۔

9۔ خوارج میں بے دینی اور منافقت نہیں ہے جبکہ رافضیوں میں بہت سے لوگ منافق اور بے دین ہیں اسی لیے ان میں سے بہت سے مذاہب باطلہ جیسے الباطنیہ ، الحادیہ پیدا ہوئے ، اور بہت سے لوگ نبی و مہدی ہونے کے دعویدار نکلے۔ جو شخص بغور تاریخ کا مطالعہ کرتا ہے جان لیتا ہے کہ اکثر مذاہب باطلہ اور تخریب کار فرقے اپنے آپ کو رافضیوں اور اہل تشیع کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

10۔ خوارج جن مصادر سے احکامات کا استنباط کرتے ہیں وہ مصادر شیعہ کے شرعی مصادر کی نسبت سلیم و محفوظ ہیں کیونکہ خوارج اپنی عقل کے مطابق قرآن پاک پر عمل کرتے ہیں اگرچہ وہ غلطی پر ہیں۔

جبکہ رافضہ تمام تر شریعت میں اپنے ان ائمہ پر اعتماد کرتے ہیں جو ان کے نزدیک ہر قسم کی غلطی سے پاک ہیں ، بلکہ بہت سی باتیں انہوں نے رسول کریم ﷺ اور ائمہ کی طرف جھوٹی منسوب کرکے ، انہیں مصدقہ دینی معلومات کی حیثیت دے دی ہے۔

11۔ رافضہ کے ہاں عقائد و عبادات اور اکثر احکام میں جو اصول مقرر کیے گئے ہیں ان کی بنیاد بدعات و شرکیات اور من گھڑت باتوں پر ہے ، جبکہ خوارج میں شرکیہ بدعات ، عبادات میں بدعات ، قبر پرستی اور تصوف بہت کم ہے۔

12۔ عام طور پر اسلامی تاریخ میں مسلمانوں کو زیادہ نقصان پہنچانے ، اور ان کے خلاف مکر

وفریب کرنے والے رافضہ ہیں، یہ خوارج بھی ہیں کیونکہ انہوں نے مسلم حکمرانوں کے خلاف خروج کا عقیدہ بھی رکھا ہے اور اس پر عمل بھی کیا ہے اور عامۃ المسلمین کو کافر سمجھتے ہیں، اسی طرح انہوں نے خاص اپنے لیے کچھ باطل اصول وضع کیے ہیں جیسا کہ امامت، عصمت، تقیہ، رفض اور نفاق، اسی لیے یہ اللہ تعالی، نبی پاک، دین اسلام، اور مومنوں کے سب سے بڑے دشمن ہیں۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتابوں میں کئی مقامات پر شیعہ (رافضہ)[1] اور خوارج کے درمیان موازنہ کیا ہے جن میں سے چند ایک اہم مقامات میں یہاں بیان کر رہا ہوں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جہمیہ اور رافضہ دونوں فرقے خوارج سے بھی بدترین ہیں کیونکہ خوارج مسلمانوں سے لڑائی کرکے یہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے کفار سے جنگ کی ہے، جبکہ رافضہ لڑائی میں مسلمانوں کے خلاف کفار کی مدد بھی کرتے ہیں اور انکی پیروی بھی کرتے ہیں چنانچہ رافضہ کفار کے مددگار اور پیروکار اور مسلمانوں کے دشمن اور ان پر غلبہ پانے کی کوشش کرتے ہیں۔''

رافضہ ان یہودیوں کی طرح ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُؤْمِنُونَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوتِ وَيَقُولُونَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا هَٰؤُلَاءِ أَهْدَىٰ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا سَبِيلًا ﴿٥١﴾ ﴾[2]

''کیا آپ نے انہیں نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا کچھ حصہ دیا گیا ہے؟ جو بت کا اور باطل معبود کا اعتقاد رکھتے ہیں اور کافروں کے حق میں کہتے ہیں کہ یہ لوگ ایمان والوں سے زیادہ راہ راست پر ہیں۔''

---

1 الخوارج اوّل الفرق، ص: 16-12

2 النساء: 51

اور فرمایا:

"اگر رافضہ خوارج سے زیادہ برے نہیں تو ان سے کم بھی نہیں ہیں، کیونکہ خوارج نے صرف حضرت عثمان و علی رضی اللہ عنہما، اور ان کے ان پیروکاروں کو کافر کہا ہے جنہوں نے ان کے ساتھ مل کر لڑائی کی۔

جبکہ رافضہ کے ہاں سیدنا ابو بکر، عمر، عثمان اور تمام مہاجرین و انصار (رضی اللہ عنہم) اور ان کے طریقہ پر چلنے والوں (جن سے اللہ تعالی راضی ہو چکا ہے اور وہ اللہ تعالی سے راضی ہو چکے ہیں) کے ساتھ ساتھ امت محمدیہ کے اگلے پچھلے تمام لوگ کافر ہیں۔

یہیں بس نہیں، بلکہ ہر وہ شخص ان کے نزدیک کافر ہے، جو سیدنا ابو بکر، عمر، مہاجرین و انصار کو عادل سمجھتا ہے یا اللہ تعالی کی طرح ان سے راضی ہوتا ہے، یا اللہ تعالی کے حکم پر عمل کرتے ہوئے ان کے لیے دعائے مغفرت کرتا ہے۔

اسی وجہ سے امت مسلمہ کے جید علماء و فقہاء جیسے سعید بن المسیب، ابو مسلم الخولانی، اویس القرنی، عطاء بن ابی رباح، ابراہیم النخعی، امام مالک،، الاوزاعی، امام ابو حنیفہ، حماد بن زید، حماد بن سلمۃ، الثوری، امام الشافعی، امام احمد بن حنبل ، فضیل بن عیاض، ابو سلیمان الدارانی، معروف الکرخی، جنید بن محمد، سہل بن عبد اللہ التستری (رحمہم اللہ اجمعین)، اور ان کے علاوہ دیگر علماء امت رافضہ کے نزدیک کافر ہیں، رافضہ اپنے مذہب کو جمہور کا مذہب کہتے ہیں اور جو لوگ رافضی مذہب کو چھوڑ دیں ان کو قتل کرنا جائز سمجھتے ہیں۔

ایسے ہی اپنے مذہب کو متفلسفہ کا نام بھی دیتے ہیں۔"[1]

اور فرماتے ہیں:

---

1 مجموع الفتاوی: 477/28

”ان جھوٹے اور سچے مقامات کا حج کرنا رافضہ کے نزدیک سب سے بڑی عبادت ہے بلکہ ان کے مشائخ اس کو حج بیت اللہ پر فضیلت دیتے ہیں جس کا حکم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے ، اور ان کے حالات کو بیان کرنا تفصیل طلب ہے۔
اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ رافضہ عام بدعتیوں سے زیادہ برے اور خوارج سے زیادہ بدترین، شاید یہی وہ سبب ہے جس کی بنا پر عوام الناس کے ہاں مشہور ہے کہ سنی کے جو مخالف ہے وہ رافضی ہی ہے کیونکہ انہوں نے رسول کریم ﷺ کی سنت اور آپ کے دین کی تعلیمات کی مخالفت کی ہے۔“ [1]

اور فرماتے ہیں:

”خوارج اپنے فہم کے مطابق قرآن پاک کی پیروی کرتے ہیں جبکہ روافض اپنے غیر موجود معصوم امام کی پیروی کرتے ہیں ، لہذا خوارج کے شرعی مصادر ،روافض کے شرعی مصادر سے بہتر ہیں اور اسی وجہ سے خوارج میں بے دین اور مبالغہ آراء لوگ نہیں ہیں جبکہ روافض میں بے دینوں اور مبالغہ آراؤں کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی ان کو شمار نہیں کر سکتا۔“

اہل علم بیان کرتے ہیں:

”رافضی مذہب کی ابتداء عبد اللہ بن سبا سے ہوئی ، یہ شخص حقیقتا یہودی تھا، لیکن اس نے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے اسلام میں فتنہ وفساد پھیلانے کی کوشش کی ، بالکل پولس نصرانی کی طرح، جو تھا تو یہودی مگر اس نے اپنے آپ کو نصرانی ظاہر کر کے عیسی علیہ السلام کے دین کو خوب نقصان پہنچایا۔“ [2]

---

1 الفتاوی: 482/28

2 الفتاوی: 483/28

اور فرمایا:

''روافض اپنے انتہائی برے عقائد پر مشتمل مذہب کی بنا پر تمام خواہش پرستوں حتی کہ خوارج سے بھی بدترین لوگ ہیں، یہ بات یہاں بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ خواہش پرستوں میں سے خوارج سب سے پہلے اہل سنت والجماعت سے نکلنے والا گروہ ہے مگر روافض ان سے بھی بدترین ہیں۔''[1]

مزید فرمایا:

''خوارج اپنے آپ کو قرآن پاک کی پیروی کرنے والوں میں شمار کرتے ہیں۔ جبکہ روافض اپنے آپ کو اہل بیت کے پیروکاروں میں شمار کرتے ہیں اور ان کا یہ خیال ہے اہل بیت میں ایسا معصوم امام ہے جس کے پاس ہر ہر چیز کا علم ہے اور وہ بھول کر یا جان بوجھ کر کسی بھی قسم کی کوئی غلطی نہیں کرتا۔''[2]

روافض دین میں نئے نئے کام نکالنے میں خوارج سے کہیں آگے ہیں۔ خوارج ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو کافر نہیں کہتے جبکہ روافض چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو کافر کہتے ہیں اور صحابہ کرام حتی کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسے ایسے جھوٹ باندھتے ہیں جن کی مثال اسلامی تاریخ میں نہیں ملتی۔

جبکہ خوارج صحابہ رضی اللہ عنہم پر جھوٹ نہیں باندھتے بلکہ خوارج روافض کی نسبت سچے، بہادر، ایفائے عہد کرنے والے اور سخت جنگجو قوم ہیں۔ جبکہ روافض پرلے درجے کے جھوٹے، انتہائی بزدل، دھوکے باز اور ذلیل ترین قوم ہیں۔[3]

البتہ شروع میں کچھ شیعہ (مفضلہ) خوارج سے بہتر تھے۔

وہ لوگ اہل تشیع کی طرف منسوب ہوتے تھے لیکن وہ شیعہ رافضہ اور شیعہ زیدیہ کی

1 الفتاوى: 489/28

2 الفتاوى: 491/28

3 منهاج السنة: 154/5

طرح بالکل نہیں تھے۔ ان کا تشیع یہ تھا کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور تمام صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) پر فضیلت دیتے تھے، لیکن حضرت ابو بکر و عمر کی امامت کا اقرار کرتے تھے، لیکن اب یہ لوگ بالکل ختم ہو گئے ہیں۔

انہی لوگوں کے بارے میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”پہلے شیعہ ان خوارج سے بہتر تھے، جن سے امیر المومنین علی بن ابی طالب نے جنگ کی لیکن بعد میں آنے والے شیعہ ان خوارج سے بھی بدتر قرار پائے، بلکہ منافقت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود منافقوں سے بھی گئے گزرے یا ان کے ہم پلہ ہیں۔“

اسی لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ”خلق افعال العباد“ میں فرمایا:

”میں جہمی یا رافضی کے پیچھے نماز پڑھوں یا یہودی اور عیسائی کے پیچھے نماز پڑھوں اس میں کوئی فرق نہیں، نہ ان کو سلام کیا جائے گا، نہ ان کی تیمارداری کی جائے گی، نہ ان سے نکاح کیا جائے گا، نہ ان کو گواہ بنایا جائے گا اور نہ ان کے ذبیحوں کو کھایا جائے گا۔“ [1]۔ [2]

ہم شیعہ کے شیخ مجلسی [3] سے ابتداء کرتے ہیں، اس نے اپنی کتاب ”بحار الانوار“ [4] میں بہت ساری روایات اپنے مخالفین کی تکفیر میں ذکر کی ہیں، کیونکہ شیعہ امامیہ (اثنا عشریہ

---

1 بيان تلبيس الجهمية : 539/2- خلق أفعال العباد للبخاری ،ص: 12

2 الخوارج: 18-21

3 مجلسی کے بارے میں اردبیلی نے لکھا ہے: ”محمد باقر بن محمد تقی بن مقصود علی جس کا لقب مجلسی ہے، ہمارا استاد، شیخ الاسلام والمسلمین، خاتم المجتهدین الامام العلامة المحقق المدقق جلیل القدر عظیم الشان بلند رتبے والا، اپنے زمانے کا یکتا، ثقہ ثبت، عین، بہت زیادہ علم رکھنے والا اور اچھی اچھی کتابیں لکھنے والا ہے۔“

4 کتاب ”بحار الانوار الجامعة لدرر أخبار الائمة الاطهار“ کے بارے میں آغابزرک طہرانی (ت 1110 ھ) کہتا ہے (30/16): ”اس طرح کی محقق اور جامع کتاب نہ اس سے پہلے لکھی گئی ہے اور نہ اس کے بعد۔“ یہ کتاب شیعہ امامیہ (اثنی عشریہ) کی آٹھ معتمد کتابوں میں سے ایک ہے۔

)حضرت علی کی ولایت پر ایمان لانے کو اعمال کی قبولیت کے لیے شرط قرار دیتے ہیں اور حضرت علی کی ولایت کے بغیر اعمال کے قبول نہ ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں، جیسا کہ موصوف نے اپنی کتاب میں مندرجہ ذیل عنوان کے ساتھ باب قائم کیا ہے:

"اعمال کو ولایت کے بغیر قبول نہیں کیا جاتا"[1]

ولایت:...اس سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولایت، یعنی انہیں شیخین (ابو بکر وعمر) رضی اللہ عنہما پر مقدم کرنا اور ان سے براءت کا اظہار کرنا ہے۔

تفسیر الصافی[2] میں آیا ہے:

﴿وَاتَّقُوا يَوْمًا﴾ یعنی نزع کے وقت۔

﴿لَّا تَجْزِى نَفْسٌ عَن نَّفْسٍ شَيْـًٔا﴾

یعنی نہیں دور کیا جائے گا اس سے عذاب جس کا وہ مستحق ہو گیا ہے۔

﴿وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ۝٤٨﴾[3]

"سفارش قبول نہیں ہوگی کہ اس کی جگہ پر کسی اور کو فوت کیا جائے اور اس کو چھوڑ دیا جائے، اور نہ ہی ان کی مدد کی جائے گی۔"

یہ موت کا دن ہے جس میں سفارش اور فدیہ کوئی فائدہ نہیں دے گا، لیکن قیامت کے دن ہم اور ہمارے گھر والے اپنے شیعوں کو ہر طرح سے فائدہ دیں گے۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم علی، فاطمہ، حسن، حسین رضی اللہ عنہم اور تمام نیک لوگ ان کی آل سے جنت اور جہنم کے درمیان اعراف پر ہوں گے، جب ہم اپنے بعض شیعوں کو جو اعمال میں کمی کوتاہی کرنے والے ہوں گے اس جگہ دیکھیں گے ہم ان کی طرف اپنے گروہ

---

1 ہم اس باب کے اندر مجلسی کی کلام کو اس کی کتاب بحار الانوار سے ذکر کریں گے، اور جو اس کی کلام نہیں ہو گی اس کے نیچے لائن لگا دیں گے۔

2 (128/1)

3 البقرة: 48

کے پسندیدہ لوگوں کو جیسے سلمان، مقداد،، ابوذر اور عمار رضی اللہ عنہم کو اور ان جیسے ان کے بعد قیامت کے دن تک آنے والوں کو بھیجیں گے۔

وہ باز اور شکرا پرندے کی طرح ان پر ٹوٹ پڑیں گے اور ان کو پکڑ لیں گے جیسے باز اور شکرا پرندہ اپنے شکار کو پکڑتا ہے اور گھسیٹ کر ان کو جنت میں لے جائیں گے۔

کچھ دوسرے لوگوں پر ہم اپنے بہترین لوگوں سے محبت کرنے والوں کو کبوتروں کی طرح بھیجیں گے پس وہ ان کو میدان محشر سے چن لیں گے جیسے کبوتر دانہ چنتا ہے اور ان کو جنت میں داخل کر دیں گے۔ ہمارے شیعہ میں سے ایک آدمی کو جو اپنے اعمال میں کمی کوتاہی کرنے والا ہو گا لیکن اس نے ولایت اور تقیہ کو تسلیم کیا ہو گا اور اپنے بھائیوں کے حقوق کا بھی خیال رکھا ہو گا اس کو لایا جائے گا اور اس کے مقابلے میں سو سے لیکر ایک لاکھ تک بے دین لوگوں یعنی اہل سنت کے لوگوں کو کھڑا کیا جائے گا اور اس کو کہا جائے گا ان کو تیرے بدلے میں جہنم میں پھینک دیا گیا ہے اور یہ اللہ تعالی کے فرمان:

﴿رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ ۝﴾ [1]

"کافر لوگ اس وقت آرزو کریں گے کہ کاش ہم مسلمان ہوتے۔"

کی تفسیر ہے یعنی بسا اوقات پسند کریں گے وہ لوگ جنہوں نے ولایت کا انکار کیا کہ کاش وہ دنیا میں مسلمان ہوتے، ولایت کو تسلیم کرنے والے ہوتے تاکہ آج ان کے مخالفوں کو ان کے بدلے میں آگ میں پھینکا جاتا۔

اور اس طرح کی دوسری آیات:

1... ﴿مَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ أَعْمَالُهُمْ كَرَمَادٍ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيحُ فِي يَوْمٍ عَاصِفٍ ۖ لَا يَقْدِرُونَ مِمَّا كَسَبُوا عَلَىٰ شَيْءٍ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الضَّلَالُ

1 الحجر: 2

الْبَعِيْدُ﴿١٨﴾ [1]

"ان لوگوں کی مثال جنہوں نے اپنے رب سے کفر کیا ان کے اعمال مثل اس راکھ کے ہیں، جس پر تیز ہوا آندھی والے دن چلے۔ جو بھی انہوں نے کیا اس میں سے کسی چیز پر وہ قادر نہ ہوں گے یہی دور کی گمراہی ہے۔"

2. . . ﴿وَاِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى ﴿٨٢﴾﴾ [2]

"ہاں بیشک میں انہیں بخشش دینے والا ہوں جو توبہ کریں، ایمان لائیں، نیک عمل کریں اور راہ راست پر بھی رہیں۔"

3۔ اور اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخٰفُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا ﴿١١٢﴾﴾ [3]

"اور جو نیک عمل کرے اور ایمان والا بھی ہو، تو نہ اسے بے انصافی کا کھٹکا ہو گا نہ حق تلفی کا۔"

شرح:... پہلی آیت میں اللہ تعالی نے کافروں کے اعمال باطل اور مردود ہونے کا بیان کیا ہے اور مشہور خبروں میں مخالفین پر کافر کا اطلاق کیا گیا ہے، ان کے ائمہ کے بارے میں آنے والی نصوص کا انکار کرنے کی وجہ سے۔ علی بن ابراہیم نے ان آیات کی تفسیر میں لکھا ہے: جو امیر المومنین حضرت علی کی ولایت کا اقرار نہیں کرتا اس کے اعمال باطل ہیں، اس راکھ کی طرح جس پر ہوا آتی ہے اور اٹھا کے لے جاتی ہے۔

دوسری آیات میں (اهتدى) (راہ راست پر رہیں) سے مراد ولایت کی طرف رہنمائی ہے۔

تیسری آیت میں جو (وھو مؤمن) (ایمان والا ہو) آیا ہے تو ولایت کے ایمان میں

1 ابراھیم : 18
2 طه : 82
3 طه : 112

بطور جزء داخل ہونے کا واضح بیان ہے۔

یعنی ان کے نزدیک ولایت کے اقرار کے بغیر آدمی مومن نہیں ہو سکتا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ اپنی برائیوں میں زیادتی سے اور اپنی نیکیوں میں کمی سے نہیں ڈرتا ہے۔ شیعہ امامیہ کے ائمہ کا اجماع ہے کہ اعمال کے قبول اور صحیح ہونے کے لیے ایمان کی شرط ہے، اور تمام ائمہ کی ولایت اور ان کی امامت کا اقرار کرنا ایمان کا جزء ہے اور اس پر دلالت کرنے والی خاص وعام اخبار تواتر کے درجہ کو پہنچتی ہیں۔

ابو الجارود ابو جعفر سے بیان کرتے ہیں اللہ تعالی کے فرمان:

﴿فَلَا يَخٰفُ ظُلۡمًا وَّلَا هَضۡمًا ۝١١٢﴾[1]

"جو نیک اعمال کرے اور ایمان والا بھی ہو تو اسے نہ بے انصافی کا کھٹکا ہو گا نہ حق تلفی کا، یعنی اس کے اعمال میں سے کوئی چیز کم نہیں ہو گی۔"

ساباطی ابو عبد اللہ سے بیان کرتے ہیں: "جب آدمی اللہ تعالی کے سامنے کھڑا ہو گا تو اس سے سب سے پہلے فرض نمازوں، فرض زکوۃ، فرض روزے، فرض حج اور ہماری اہل بیت کی ولایت کے بارے میں سوال کیا جائے گا، اگر اس نے ہماری ولایت کا اقرار کیا ہو گا اور اس پر ہی فوت ہوا ہو گا تو اس سے اس کی نمازیں، زکوۃ، روزے، اور حج قبول کر لیا جائے گا، اگر اس نے ہماری ولایت کا اللہ تعالی کے سامنے اقرار نہیں کیا ہو گا تو اللہ تعالی اس کے اعمال سے کوئی چیز بھی قبول نہیں فرمائیں گے۔"

اس کے باوجود کہ اللہ تعالی اپنی کتاب قرآن مجید میں فرماتے ہیں:

﴿فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوۡرِ فَلَاۤ اَنۡسَابَ بَيۡنَهُمۡ يَوۡمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوۡنَ ۝١٠١ فَمَنۡ ثَقُلَتۡ مَوَازِيۡنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ۝١٠٢ وَمَنۡ خَفَّتۡ مَوَازِيۡنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ

---

1 طه: 112

خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ [1]

"پس جب صور پھونک دیا جائے گا اس دن نہ تو آپس کے رشتے ہی رہیں گے نہ آپس کی پوچھ گچھ، جن کے ترازو کا پلہ بھاری ہو گیا وہ نجات والے ہوں گے۔"

محمد بن جعفر بن محمد کی سند سے روایت ہے:

"جبرائیل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور فرمایا: اللہ تعالی آپ پر سلامتی بھیجتے ہیں اور فرماتے ہیں: میں نے سات آسمانوں، اور سات زمینوں اور ان میں رہنے والی مخلوقات کو پیدا کیا، ان میں رکن اور مقام ابراہیم سے بابرکت کوئی جگہ نہیں، ایک آدمی وہاں کھڑا ہو کر مجھے رہتی دنیا تک پکارتا رہے، پھر وہ مجھے اس حال میں ملے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولایت کا انکار کرنے والا ہو، تو میں اس کو جہنم کی وادی سقر میں الٹا لٹکا دوں گا۔"

امام صادق سے مروی ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

"دنیا میں کوئی بھلائی نہیں مگر دو آدمیوں میں سے ایک کے لیے، وہ آدمی جو روزانہ اپنی نیکیاں زیادہ کرتا ہے اور دوسرا وہ جو اپنی غلطیوں پر توبہ کرتا رہتا ہے، اور کیسے ہے اس کے لیے توبہ؟ اللہ کی قسم! اگر کوئی سجدہ کرے یہاں تک کہ اس کی گردن ٹوٹ جائے تو اللہ تعالی اس سے قبول نہیں فرمائیں گے مگر ہماری اہل بیت کی ولایت کے ساتھ۔"

محمد بن فضیل ابو حمزہ سے بیان کرتے ہیں: میں نے ابو عبد اللہ علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا: جس نے تمہاری مخالفت کی اگرچہ اس نے عبادت بھی کی اور نیکی کے کاموں کی کوشش بھی وہ اس آیت والوں میں سے ہے:

﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ خَاشِعَةٌ ﴿۲﴾ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ﴿۳﴾ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ﴿۴﴾﴾ [1]

---

1 المومنون: 103-101

''اس دن بہت سے چہرے ذلیل ہوں گے اور محنت کرنے والے تھکے ہوں گے اور وہ دھکتی ہوئی آگ میں جائیں گے۔''

محمد بن جعفر ابو عبد اللہ سے اللہ تعالی کے فرمان:

﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا﴾ [2]

''جو شخص نیک کام کرے گا اس کو اس کا دس گناہ زیادہ ثواب ملے گا۔''

کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں:

''یہ آیت تمام مسلمانوں کے لیے عام ہے، اور الحسنۃ (نیکی) سے مراد ولایت ہے، جس نے کوئی بھی نیکی کی اس کے لیے دس نیکیاں لکھی جائیں گی، اور اگر ولایت نہ ہوئی تو اس کو اس کی نیکیوں کا بدلہ دنیا میں دیا جائے گا اور آخرت میں اس کے لیے کوئی حصہ نہیں ہوگا۔''

ابان، حارث بن یحیی سے اور وہ ابو جعفر سے اللہ تعالی کے فرمان:

﴿وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی ۝۸۲﴾ [3]

''ہاں بے شک میں انہیں بخش دینے والا ہوں جو توبہ کریں ایمان لائیں نیک عمل کریں، اور راہ راست پر بھی رہیں۔''

کی تفسیر کرتے ہوئے کہتے ہیں: کیا آپ نے غور وفکر نہیں کیا کہ کیسے اللہ تعالی نے شرط لگائی ہے کہ اس کو توبہ یا ایمان اور عمل صالح کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا جب تک وہ راہ راست پر نہ آجائے۔ اللہ کی قسم! اگر اس نے نیک عمل کرنے کی کوشش کی تو اس سے قبول نہیں کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ سیدھے راستے پر آجائے، راوی کہتے ہیں میں نے کہا: کس

---

1 الغاشية: 2-4

2 الانعام: 160

3 طه: 82

کی طرف آئے؟ مجھے اللہ تعالی آپ پر قربان کرے، تو کہا: وہ ہماری طرف آئے۔

وضاحت: شاید ایمان سے مراد اس تفسیر کے مطابق اسلام ہے اور اس طرح کی مثالیں سندوں کے ساتھ گزر چکی ہیں۔

ان کے شیخ مجلسی نے ان روایات پر تعلیق لگاتے ہوئے کہا ہے: [1]

''بے شک اس مقصود پر دلالت کرنے والی احادیث گزر چکی ہیں ان ابواب میں جن میں ائمہ کی شان پر دلالت کرنے والی نصوص کو بیان کیا گیا ہے۔''

جیسے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول حدیث مفصل (قدسی) میں:

''اے محمد! اگر کوئی بندہ اس قدر میری عبادت کرے یہاں تک دنیا سے بیگانہ ہو جائے اور کمزور ہو کر پرانے مشکیزے کی طرح ہو جائے، پھر میرے پاس اس حالت میں آئے کہ وہ اماموں کی ولایت کا انکار کرنے والا ہو، تو میں اس کو جنت میں جگہ دوں گا، اور نہ ہی اپنے عرش کا سایہ نصیب کروں گا۔''

امیر المومنین کی شان میں دلالت کرنے والی نصوص کے باب میں بہت ساری احادیث اس بارے میں آئیں گی، جیسا کہ محمد بن یعقوب نہشلی رضا سے، وہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں: اللہ تعالی نے فرمایا: ''میں کسی بھی عمل کرنے والے کا عمل قبول نہیں کروں گا جب تک وہ امیر المومنین کی ولایت، اور میرے رسول احمد کی نبوت کے کا اقرار نہ کرلے۔''

اس سلسلے میں بہت ساری احادیث ''تاویل الآیات'' کے ابواب میں گزر چکی ہیں۔

ہشام بن سالم، ساباطی سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ابو عبد اللہ علیہ السلام سے کہا: اس کے آخر میں ہے: پس اس کو عبد اللہ بن یعفور نے کہا: کیا اللہ تعالی کا یہ فرمان نہیں:

﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُۥ خَيْرٌ مِّنْهَا وَهُم مِّن فَزَعٍ يَوْمَئِذٍ ءَامِنُونَ ۝٨٩﴾ [2]

---

1 بحار الأنوار: 169/27

2 النمل: 89

''جو لوگ نیک عمل لائیں گے انہیں اس سے بہتر بدلہ ملے گا اور وہ اس دن کی گھبراہٹ سے بے خوف ہوں گے۔''

تو کیوں نہیں فائدہ دے گا عمل صالح اس شخص کو جس نے ظالم ائمہ کو قبول کیا؟

تو ابو عبداللہ نے اس کو کہا: کیا آپ جانتے ہیں کہ اللہ تعالی نے اس آیت کریم میں الحسنة (نیکی) سے کیا مراد لیا ہے؟

اس سے مراد امام کی پہچان اور اس کی اطاعت ہے اور یقیناً اللہ تعالی نے فرمایا ہے:

﴿ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ هَلْ تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝٩٠ ﴾[1]

''اور جو برائی لے کر آئیں گے وہ اندھے منہ آگ میں جھونک دیے جائیں گے صرف وہی بدلہ دئے جاوگے جو تم کرتے رہے۔''

یقیناً برائی سے مراد اس جگہ اللہ تعالی کی طرف سے مقرر کردہ امام کی امامت کا انکار کرنا ہے۔

پھر ابو عبداللہ نے کہا: ''جو قیامت کے دن ظالم امام، جس کا اللہ تعالی کے ہاں کوئی مرتبہ نہیں تھا، اس کی ولایت کے ساتھ آیا اور وہ ہماری ولایت کا انکار کرنے والا تھا تو اللہ تعالی اس کو الٹے منہ جہنم میں ڈال دیں گے۔''

یزید الرقاشی، انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں:

''ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تبوک سے پریشانی کی حالت میں لوٹ رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے راستے میں فرمایا: ''اونٹوں اور گھوڑوں کو میرے لیے ٹھہرا دو۔ تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ٹھہرا دیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے اور خطبہ دیا، آپ صلی اللہ

---

1 النمل:90

علیہ وسلم نے اللہ تعالی کی حمد وثنا بیان کرنے کے بعد فرمایا: اے لوگو! کیا بات ہے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کا ذکر کیا گیا تمہارے چہرے خوشی سے چمک اٹھے اور جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کی اولاد کا ذکر کیا گیا تو ایسے لگا جیسا کہ تمہارے چہروں پر انار توڑ دیا گیا ہے (یہ چہرے کا غصے سے سرخ ہونے کی علامت ہے) پس قسم اس ذات کی جس نے مجھے سچا نبی بنا کر بھیجا! اگر تم میں سے کوئی قیامت والے دن اپنے پہاڑوں جیسے اعمال کے ساتھ آئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولایت کا انکار کرتا ہو تو اللہ تعالی اس کو آگ میں الٹا ڈال دیں گے۔"

سالم بن عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے بنی مطلب ! میں نے اللہ تعالی سے تین سوال کیے: تمہارے بات کرنے والے کو ثابت قدم رکھے اور تمہارے گمراہ کو ہدایت دے، اور تمہارے جاہل کو وہ علم دے۔"

اور میں نے اللہ تعالی سے یہ بھی دعا کی کہ وہ تمہیں سخاوت کرنے والا، ذہین، ذکی، اور آپس میں رحم دل بنائے۔

اگر کوئی آدمی مقام ابراہیم اور رکن کے درمیان کھڑا ہو کر نماز پڑھے اور لمبا قیام کرے پھر وہ اللہ تعالی کو اس حال میں ملے کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں سے بغض کرنے والا ہو تو وہ آگ میں داخل ہو گا۔"

اس میں اللہ تعالی کے مندرجہ ذیل فرمان کا رد ہے:

﴿وَ اَنۡ لَّیۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ﴿۳۹﴾ وَ اَنَّ سَعۡیَہٗ سَوۡفَ یُرٰی ﴿۴۰﴾ ثُمَّ یُجۡزٰىہُ الۡجَزَآءَ الۡاَوۡفٰی ﴿۴۱﴾﴾ [1]

---

1 النجم : 39-41

''اور ہر انسان کے لیے صرف وہی ہے جس کی کوشش خود اس نے کی ہے اور بے شک اس کی کوشش عنقریب دیکھی جائے گی اور پھر اسے پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔"

معاذ بن کثیر سے روایت ہے وہ کہتے ہیں: "میں نے عرفات میں بہت سارے لوگوں کو دیکھا میں ابو عبد اللہ کے قریب ہوا اور کہا کہ حج کرنے والے بہت لوگ ہیں تو انہوں نے اپنی نگاہ کو گھمایا پھر کہا: اے ابو عبد اللہ میرے قریب آجاؤ، تو میں آپ کے قریب آگیا اور فرمایا: یہ سمندر کی جاگ کی طرح ہیں جس کو ہر طرف سے آنے والی موجیں ختم کر دیں گی۔ اللہ کی قسم تمہارے سوا کسی کا حج نہیں اور اللہ کی قسم اللہ تعالی صرف تم سے ہی حج قبول کرے گا۔"

یونس بن عبد الجبار، علی بن الحسین سے روایت کرتے ہیں، کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تعجب ہے لوگوں پر، جب ان کے پاس ابراہیم علیہ السلام کی آل کا ذکر کیا جائے تو وہ خوش ہوتے ہیں اور اس کا اظہار کرتے ہیں اور جب ان کے پاس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دلوں پر ناگوار گزرتا ہے، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے! اگر کوئی آدمی قیامت والے دن ستر (70) انبیاء کے برابر اعمال لے کر آجائے تو اللہ تعالی اس سے قبول نہیں کریں گے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالی کو میری اور میرے اہل بیت کی محبت کے ساتھ ملے۔"

علی بن عاصم ابو حمزہ ثمالی سے بیان کرتے ہیں کہ علی بن حسین بن زید العابدین نے ہم سے سوال کیا کہ کون سا زمین کا حصہ سب سے زیادہ افضل ہے؟ ہم نے کہا: اللہ اور اللہ کا رسول اور اس کے رسول کے بیٹے زیادہ جانتے ہیں۔

تو فرمایا: "سب سے افضل حصہ حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان والا ہے۔ اگر کوئی آدمی نوح علیہ السلام کا ہم عمر (نو سو پچاس سال) ہو، دن کو روزے رکھے، رات کو اس

جگہ قیام کرے لیکن اللہ تعالی کو ہماری دوستی اور ولایت کے بغیر ملے تو اس کو ان عبادات کا کوئی فائدہ نہیں۔"

یعقوب بن شعیب کہتے ہیں: میں نے ابو عبداللہ سے اللہ تعالی کے فرمان ﴿وَ اِنِّیۡ لَغَفَّارٌ لِّمَنۡ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهۡتَدٰی ﴿۸۲﴾﴾ [1] ''ہاں بے شک میں انہیں بخش دینے والا ہوں جو توبہ کریں، ایمان لائیں، نیک عمل کریں، اور راہ راست پر بھی رہیں۔"

کے بارے میں پوچھا، تو فرمایا: جس نے ظلم سے توبہ کی، کفر سے محفوظ رہا، نیک اعمال کیے اور پھر ہماری ولایت کو قبول کیا۔ اور اپنے ہاتھ کے ساتھ اپنے سینے کی طرف اشارہ کیا۔

معلی بن خنیس نے بیان کیا ہے کہ ابو عبداللہ نے کہا: ''اے معلی اگر کوئی آدمی اللہ تعالی کی حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان سو (100) سال عبادت کرے، دن کو روزے رکھے، رات کو قیام کرے یہاں تک کہ اس کے ابرو آنکھوں پر گر جائیں لیکن اس حال میں وہ عبادت کرے کہ وہ ہمارے بارے میں جاہل ہو تو جب وہ ہمیں ملے گا اس کے لیے کوئی ثواب نہیں ہو گا۔"

ابن تغلب سے روایت کیا گیا ہے وہ کہتے ہیں: ابو عبداللہ علیہ السلام نے کہا: ہر محنت مشقت کرنے والا اگرچہ اس نے عبادت بھی کی ہو اور کوشش بھی، وہ اس آیت میں داخل ہو جائے گا:

﴿عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ﴿۳﴾ تَصۡلٰی نَارًا حَامِیَةً ﴿۴﴾﴾ [2]

''اور محنت کرنے والے تھکے ہوں گے اور دہکتی آگ میں جائیں گے۔"

میسر زطی کہتے ہیں: ''میں ابو عبداللہ کے پاس گیا اور کہا: میں آپ پر قربان جاؤں، میرا ایک پڑوسی ہے اس کی آواز کے ساتھ ہی میں بیدار ہوتا ہوں یا تو وہ قرآن کی تلاوت کر

---

1 طه :82

2 الغاشية :3,4

رہا ہوتا ہے اور اس کو بار بار دہرا رہا ہوتا ہے یا پھر وہ رو رو کر عاجزی وانکساری کے ساتھ دعا کر رہا ہوتا ہے، میں نے اس کے بارے میں دوسروں سے بھی پوچھا ہے سب نے مجھے یہی بتایا ہے کہ وہ سب حرام کاموں سے بچنے والا اور دور رہنے والا ہے۔ زطی کہتے ہیں: ابو عبد اللہ نے مجھے کہا: اے میسر کیا اس نے اس کو کچھ جانا ہے جس پر تو ہے؟ میسر کہتے ہیں: میں نے عرض کی: اللہ بہتر جانتا ہے، میسر کہتے ہیں: میں نے اگلے سال حج کیا اور اس کے بارے میں سوال کیا وہ اس بارے میں جس پر میں کاربند تھا کچھ نہیں جانتا تھا، میں ابو عبد اللہ کے پاس گیا اور اس کے متعلق بتایا تو انہوں نے مجھے وہی بات کہی جو پچھلے سال کہی تھی کہ جس پر تم کاربند ہو اس کے بارے میں کچھ جانتا ہے۔ تو میں نے کہا: نہیں، تو انہوں نے فرمایا: اے میسر سب سے زیادہ حرمت کے لحاظ سے زمین کا کون سا ٹکڑا ہے؟ میں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول اور رسول کا بیٹا بہتر جانتے ہیں، تو کہا: اے میسر! جو جگہ حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان ہے وہ جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ ہے اور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اور منبر کے درمیان ہے وہ بھی جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ ہے، اگر کسی آدمی کو اللہ تعالی لمبی عمر دے وہ مقام ابراہیم اور حجر اسود کے درمیان یا قبر اور منبر کے درمیان ایک ہزار سال عبادت کرے پھر وہ اپنے مصلے پر مظلوم ذبح کر دیا جائے جس طرح سفید دنبہ ذبح کیا جاتا ہے، پھر وہ اللہ تعالی کو اس حال میں ملے کہ وہ ہماری ولایت کو نہ ماننے والا ہو تو اللہ تعالی پر واجب ہے کہ اس کو جہنم کی آگ میں الٹے منہ ڈال دیں۔"

عبد الرحمن بن کثیر سے روایت کیا گیا ہے: "میں نے ابو عبد اللہ کے ساتھ حج کیا، جب ہم راستے میں تھے تو وہ پہاڑ پر چڑھے اور لوگوں کی طرف دیکھ کر کہا: کس قدر زیادہ رش اور بھیڑ ہے! اور کس قدر کم تلبیہ کہنے والے ہیں! داؤد رقی نے کہا: اے اللہ کے رسول کے بیٹے! کیا اللہ تعالی اس جماعت کی جنہیں ہم دیکھ رہے ہیں دعا قبول کرے گا؟

تو کہا:

معاف نہیں کرے گا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولایت کا انکار کرنے والا بتوں کی پوجا کرنے والوں کی طرح ہے۔

وہ کہتے ہیں میں نے عرض کی: میں آپ پر قربان جاؤں کیا آپ اپنے سے محبت کرنے والے اور بغض رکھنے والے کو پہچان لیتے ہیں؟

تو کہا: اے ابو سلیمان، کوئی آدمی پیدا نہیں ہوتا مگر اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہوتا ہے: مومن یا کافر، اور آدمی ہماری ولایت کا اقرار اور ہمارے دشمنوں سے براءت کا اظہار کرتے ہوئے داخل ہوتا ہے، تو ہم اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہوا دیکھ لیتے ہیں کہ یہ مومن ہے یا کافر۔" اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِينَ ۝٧٥﴾ [1]

"بے شک بصیرت والوں کے لیے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔"

ابن مسکان سے روایت کیا گیا ہے، وہ ثمالی سے روایت کرتے ہیں: امیر المومنین نے خطبہ دیا، اللہ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا: "بے شک اللہ تعالی نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول اور نبی بنا کر بھیجا اور وحی نازل کی، آپ نے لوگوں کے اندر علم کو پھیلایا۔ ہمارے اہل بیت کے اندر علم کو سمجھنے والے، حکمت کے دروازے اور روشنی کے مینار ہیں، جس نے ہم سے محبت کی اس کو اس کا ایمان نفع دے گا اور اس کا عمل قابل قبول ہو گا اور جس نے محبت نہ کی اس کو اس کا ایمان فائدہ دے گا اور نہ ہی اس کے نیک عمل کو قبول کیا جائے گا۔"

مطلب یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علم کو پھیلایا لیکن ہمارے اہل بیت میں لوگ ہیں جن کے ذریعے علم کو سمجھا جاتا ہے، اور صحیح علم ہماری طرف رجوع کرکے ہی حاصل کیا جاسکتا ہے۔

یعقوب بن شعیب سے روایت کیا گیا ہے وہ کہتے ہیں: میں نے ابو عبداللہ سے اللہ

---

1 الحجر: 75

تعالی کے مندرجہ ذیل فرمان کے بارے میں سوال کیا:

﴿وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى ﴾[1]

"ہاں بے شک میں انہیں بخش دینے والا ہوں جو توبہ کریں، ایمان لائیں، نیک عمل کریں اور راہ راست پر رہیں۔"

تو فرمایا: "رہنمائی سے مراد ہے ہماری ولایت کی طرف رہنمائی۔" یعنی اس پر ایمان لانا، اللہ کی قسم کیا آپ غور نہیں کرتے کہ کس طرح اللہ تعالی نے یہ شرط لگائی ہے؟

عمر کلبی سے روایت کیا گیا ہے وہ کہتے ہیں: میں ابو عبد اللہ کے ساتھ طواف کر رہا تھا اور وہ مجھ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے، تو اچانک فرمایا:

"کس قدر زیادہ لوگ ہیں۔" میں نے عرض کی: جی بالکل، تو فرمایا: "خبردار اللہ کی قسم! تمہارے علاوہ اللہ کے لیے کوئی بھی حج نہیں کرتا، اور تمہارے علاوہ کسی کو بھی دوہرا اجر نہیں دیا جائے گا، اور تم اللہ کی قسم! سورج اور چاند کے پاسبان ہو، اور اللہ کے دین کے محافظ ہو، تم سے ہی نیک اعمال قبول کیے جائیں گے اور تمہاری ہی مغفرت ہو گی۔"

اس کے بعض ساتھیوں سے بیان کیا گیا ہے، اس نے ابو عبد اللہ کی طرف اس کو منسوب کیا ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے کہا: میں اپنے سب گھر والوں کے ساتھ حج کے لیے نکلا ہوں، میں نے اپنے گھر میں کسی کو بھی نہیں چھوڑا مگر ایک لونڈی جس کو میں بھول گیا ہوں تو فرمایا: "تو لوٹے گا تو وہ ذکر کر رہی ہو گی ان شاء اللہ۔" اور فرمایا: "تو نے سب کو نکالا ہے تاکہ خالی جگہ کو بھر دے؟" میں نے کہا: جی ہاں، تو فرمایا: "اللہ کی قسم! تمہارے علاوہ کوئی حج نہیں کرتا، اور تمہارے علاوہ کسی سے بھی نیک اعمال کو قبول نہیں کیا جاتا۔"

خالی جگہ کو بھرنے سے مراد ہے کہ عرفات، مزدلفہ اور منی میں پہاڑوں کے درمیان والی جگہ کو پُر کرنا۔

---

1 طه :82

عمر بن ابان کلبی سے روایت کیا گیا ہے ، ابو عبد اللہ نے کہا : ”کس قدر زیادہ لوگ ہیں ؟“ میں نے عرض کی: جی ہاں، اے اللہ کے رسول کے بیٹے ! تو فرمایا: ”خبر دار اللہ کی قسم ! تمہارے علاوہ کوئی بھی اللہ کے لیے حج نہیں کرتا ، اور نہ ہی کوئی تمہارے علاوہ دو نمازیں پڑھتا ہے ، اور نہ ہی تمہارے علاوہ کسی کو دوگنا اجر دیا جائے گا ، اور بے شک تم سورج ، چاند ، ستاروں اور دین والوں کے پاسبان ہو ، تمہارے لیے ہی بخشش ہے اور تم سے ہی اعمال قبول کیے جائیں گے ۔“

حارث بن مغیرہ سے روایت ہے کہ میں ابو عبد اللہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، ایک آدمی آیا اور کہا: اے اللہ کے رسول کے بیٹے ! اس سال کس قدر زیادہ حاجی ہیں ! تو فرمایا: ”اگر وہ چاہیں تو زیادہ ہو جائیں اور چاہیں تو کم ہو جائیں ، اللہ کی قسم اللہ تعالی تمہارے علاوہ کسی سے قبول نہیں کریں اور تمہارے لیے ہی بخشش ہے۔“

عمر بن حنظلہ سے روایت ہے کہ میں نے ابو عبد اللہ سے کہا: قرآن کی ایک آیت مجھے شک میں مبتلا کیے ہوئے ہے، تو فرمایا: کونسی آیت ؟ میں نے عرض کی: اللہ تعالی کا فرمان:

﴿إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ ۝٢٧﴾ [1]

”یقیناً اللہ تعالی پرہیز گاروں سے ہی قبول کرتا ہے۔“

تو فرمایا: ”کون سی چیز ہے جس میں تو شک کرتا ہے ؟ میں نے کہا: جس نے نماز پڑھی، روزے رکھے اور اللہ تعالی کی عبادت کی اس سے اعمال کو قبول کر لیا جائے گا ؟ تو فرمایا: یقیناً اللہ تعالی پرہیز گاروں اور جاننے والوں سے ہی قبول کرتے ہیں۔ پھر فرمایا: آپ زیادہ نیک ہیں یا ضحاک بن قیس ؟ میں نے عرض کی: ضحاک بن قیس، تو فرمایا: جن چیزوں کو تونے ذکر کیا ہے، ان میں سے کسی کو بھی اس سے قبول نہیں کیا جائے گا۔“

امام صادق رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”لوگوں میں سے سب سے زیادہ حسرت کے لحاظ سے

---

1 المائدة :27

وہ آدمی ہے جس نے بہت محنت مشقت سے مال کو جمع کیا پھر اپنے مال کو صدقات اور خیرات کے کاموں میں خرچ کر دیا اور اپنی جوانی اور قوت کو عبادت اور نمازیں پڑھنے میں گزار دیا اور وہ اس کے باوجود حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے کوئی حق نہیں سمجھتا اور ان کا اسلام کے اندر کوئی مرتبہ خیال نہیں کرتا، اور جو ان سے بہت ہی کم درجے میں ہے اس کو آپ سے افضل سمجھتا ہے، دلائل کو بغیر غور وفکر کیے پکڑتا ہے، آیات اور احادیث کے ساتھ آپ پر حجت قائم کرتا ہے، اور وہ اپنے ظلم میں حد سے بڑھ جانے کی بنا پر دلائل کا انکار کرتا ہے۔"

یہ بہت بڑی ناکامی ہے ہر اس شخص کے لیے جو قیامت کے دن آئے گا اور اس کے صدقات سانپ کی شکل میں اس کو ڈس رہے ہوں گے اور اس کی نمازیں اور عبادتیں داروغوں کی شکل میں اس کا پیچھا کریں گی، یہاں تک کہ وہ اس کو جہنم میں دھکیل دیں گے، وہ کہے گا: اے میرے لیے ہلاکت ہو، کیا میں نمازیں پڑھنے والوں میں سے نہیں تھا؟ کیا میں زکاۃ دینے والوں میں سے نہیں تھا؟ کیا میں لوگوں کے مالوں اور ان کی عورتوں سے پاکدامنی کرنے والا نہیں تھا؟ پھر کس لیے میں مصیبت میں ڈال دیا گیا؟

اسے کہا جائے گا: "اے بدبخت! تجھے تیرے عمل نے کوئی نفع نہیں دیا کیونکہ تو نے اللہ تعالی کی توحید اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لانے کے بعد سب سے اہم فریضے کو ضائع کیا، تو نے حضرت علی ولی اللہ کا حق جاننے میں کوتاہی کی ہے، تو نے اللہ کے دشمنوں کے ساتھ ملنے کو ترجیح دے کر حرام کا ارتکاب کیا، اگر تیرے اعمال میں سارے زمانے کی اول و آخر تک کی عبادت ہوتی، تیرے صدقات کی جگہ پوری دنیا کے مال و زر کا صدقہ ہوتا تو پھر بھی یہ تمہیں اللہ کی رحمت سے دور کرتے، اور اللہ کی ناراضی اور غصہ کے قریب کرتے۔"

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے زکاۃ ادا کی، نماز قائم کی، اور ان

رشک کرے گا یہاں تک کہ اس کو جنت کی ہوائیں، بلند محلات کی طرف لے جائیں گی، اس شخص کی موجودگی میں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی پاک آل سے محبت کرنے والا ہوگا۔

اور جس نے اپنی زکوۃ کو ادا کرنے میں کوتاہی کی اور نماز کو ادا کیا تو اس کی نماز کو آسمان کے نیچے روک لیا جائے گا یہاں تک کہ اس کی زکوۃ کو ادا کرنے کا وقت آجائے، اگر اس نے زکوۃ ادا کردی تو اس کی زکوۃ اس کی نماز کے لیے بہت اچھی سواری بن جائے گی اور اس کو عرش کے نیچے لے جائے گی، اللہ تعالی فرمائیں گے:

"آپ جنت کی طرف چلے جائیں اور وہاں قیامت کے دن تک دوڑیں جہاں آپ کی دوڑ ختم ہوگی وہ ساری کی ساری جگہ تیرے بھیجنے والے کے لیے ہے، پس وہ سواری وہاں دوڑے گی بس یہ ساری کی ساری جگہ جنت میں اس کی ہوگی بلکہ اتنی ہی دائیں بائیں، آگے پیچھے اور اوپر نیچے بھی۔

اگر اس نے زکوۃ کو ادا کرنے میں کنجوسی کی ہوگی اور اس کو ادا نہیں کیا ہوگا تو اس کی نماز کو ایک بوسیدہ کپڑے میں لپیٹ کر اس کی طرف لوٹا دیا جائے گا، پھر اس کو اس کے منہ پر مارا جائے گا اور کہا جائے گا: اے اللہ کے بندے! اس نماز کو تو زکوۃ کے علاوہ کیا کرے گا؟"

وہ کہتے ہیں: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے عرض کیا: کس قدر بری حالت ہے! تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں آپ کو اس سے بھی بری حالت والے آدمی کی خبر نہ دوں؟

تو انہوں نے کہا: کیوں نہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم!

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وہ آدمی جو اللہ تعالی کے راستے میں جہاد کے لیے نکلا اور شانہ بشانہ لڑائی کی یہاں تک کہ حور عین اس پر جھانکنے لگیں اور جنت کے دربان اس

انتظار کرنے لگے، تو جنت کے فرشتے اور دربان اس کی طرف نہیں آئیں گے، تو زمین کے فرشتے اس مقتول کے قریب ہو کر کہیں گے کیا وجہ ہے کہ حور عین اس کی طرف اتر نہیں رہیں؟ کیا وجہ ہے کہ جنت دربان اس کے پاس نہیں آئے؟

تو ساتویں آسمان سے آواز آئے گی: اے فرشتو! تم آسمان کے کناروں اور اس کے نیچے دیکھو، وہ دیکھیں گے تو اس آدمی کی توحید، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان، اس کی نماز، اس کی زکوۃ اور اس کے تمام نیکی کے اعمال آسمان کے نیچے رکے ہوئے ہوں گے، اور آسمان کے تمام کناروں کو بند کر دیا گیا ہو گا، ان اعمال کے بوجھ کو اٹھانے والے اور لے کر آنے والے فرشتے پکاریں گے، کیا وجہ ہے کیوں نہیں آسمان کے دروازوں کو اس شہید کے اعمال کے لیے کھولا جارہا ہے؟ پھر اللہ تعالی آواز دیں گے: اے فرشتو! تم داخل کرو اگر تم ان اعمال کو داخل کرنے کی طاقت رکھتے ہو، تو ان کے پَر ان کو اٹھا نہ سکیں گے اور نہ وہ ان اعمال کو اٹھانے کی طاقت رکھیں گے، تو وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! ہم ان اعمال کو اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتے، تو ان کو رب کی طرف سے آواز دینے والوں میں سے ایک آواز دے گا: اے فرشتو! تم اس بوجھ کو اٹھانے کی اور اس کے ساتھ اوپر چڑھنے کی طاقت نہیں رکھتے ہو، ان کو ان کی سواریاں ہی اٹھا سکتی ہیں جو ان کو عرش تک بلند کریں گی، اور پھر جنت کے درجات میں ٹھہرادیں گے۔

فرشتے کہیں گے: اے ہمارے رب ان کی سواریاں کہاں ہیں؟ تو اللہ تعالی فرمائیں گے: کون سی چیز تم نے ان کے پاس پائی ہے؟ تو فرشتے جواب دیں گے: آپ کی توحید، اور آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان، تو اللہ تعالی فرمائیں گے: ان کی سواریاں میرے نبی کے بھائی حضرت علی اور پاک اماموں سے دوستی و محبت ہے، اگر ان کے پاس وہ موجود ہے تو ان کے اعمال کو اٹھالیا جائے گا، بلند کیا جائے گا، اور جنت میں پہنچا دیا جائے گا، وہ دیکھیں گے تو ان کے پاس علی رضی اللہ عنہ اور آپ کی پاک آل کی محبت اور ان کے دشمنوں سے

بغاوت نہیں ہو گی، تو اللہ تعالی ان فرشتوں کو حکم دیں گے: تم ان سے الگ ہو جاؤ، اور تم ان کو ان کی جگہ میں پہنچا دو تا کہ جو ان کو اٹھانے کا حق رکھتے ہیں وہی ان کو اٹھائیں، تو فرشتے ان کو ان کے لیے بنائی گئی جگہ میں پہنچا دیں گے۔

پھر ہمارے رب کی طرف سے آواز دینے والا آواز دے گا: اے جہنم کے داروغے! تم ان اعمال کو پکڑو اور جہنم کے درمیان میں پھینک دو کیونکہ ان اعمال کو کرنے والوں نے علی رضی اللہ عنہ اور ان کی پاک آل سے دوستی اور محبت کر کے ان کے لیے سواریاں نہیں بنائی تھیں۔ اور اللہ تعالی ان کے اعمال کو ان کے لیے بوجھ اور مصیبت بنا دیں گے کیونکہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت و دوستی چھوڑ دی تھی۔

اور اللہ تعالی ان اعمال پر فرشتوں کو شیروں کی شکل میں مسلط کر دیں گے اور ان کے منہ سے آگ نکلے گی جو ان کے اعمال کو جلا دے گی اور اس کے سب نیک عمل ضائع ہو جائیں گے تو اس کے ذمے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولایت کا انکار اور اس کے دشمنوں سے محبت باقی رہ جائے گی، پھر اس کا ٹھکانہ جہنم کے درمیان میں ہو گا کیونکہ اس کے نیک اعمال ختم ہو گئے ہیں اور برے اعمال زیادہ ہو گئے ہیں، پس یہ زیادہ بری حالت والا ہے اس سے جو زکوۃ کو روکنے والا ہے اور نماز کو ادا کرنے والا ہے۔"

میں کہتا ہوں: کیسے اللہ تعالی کو اس ظالمہ روایت میں ظلم کے ساتھ موصوف کیا گیا ہے، اللہ تعالی اس سے بہت زیادہ بلند ہے، اللہ تعالی فرماتے ہیں:

﴿وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا﴾ [1]

"اور تیرا رب کسی پر ظلم و ستم نہ کرے گا۔"

حدیث قدسی میں ہے: "اے میرے بندو! میں نے ظلم کو اپنے اوپر حرام کیا ہے اور تمہارے درمیان بھی اس کو حرام کیا ہے، پس تم آپس میں ایک دوسرے پر ظلم نہ

---

1 الکهف: 49

کرو۔"(مسلم)

یوسف بن ثابت ابو عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں: "جب ہم آپ کے پاس حاضر ہوئے تو آپ کو کہا گیا: ہم آپ سے محبت کرتے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رشتہ داری کی بنا پر اور آپ کے حق کی بنا پر جس کو اللہ تعالی نے واجب کیا ہے ،اور ہم نے آپ سے دنیا کو حاصل کرنے کے لیے محبت نہیں کی ہے۔ تو ابو عبد اللہ نے فرمایا: تم نے سچ کہا ہے تم نے سچ کہا ہے، جس نے ہم سے محبت کی وہ قیامت کے دن ہمارے ساتھ اسی طرح آئے گا۔ پھر آپ نے دونوں انگلیوں کو آپس میں ملا کر بتایا اور فرمایا: اللہ کی قسم! اگر کوئی آدمی دن کو روزے رکھے اور رات کو قیام کرے پھر وہ اللہ تعالی کو ہماری ولایت کو قبول کیے بغیر ملے تو اللہ تعالی اس کو ناخوش اور غصے میں ملیں گے۔"

پھر فرمایا: یہ اللہ تعالی کے مندرجہ ذیل فرمان کی تفسیر ہے:

﴿وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّآ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ﴿٥٤﴾ فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿٥٥﴾﴾ [1]

"کوئی سبب ان کے خرچ کی قبولیت کے نہ ہونے کا اس کے سوا نہیں ہے کہ یہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر ہیں، اور بڑی کاہلی سے ہی نماز کو آتے ہیں، اور برے دل سے ہی خرچ کرتے ہیں، پس آپ کو ان کے مال و اولاد تعجب میں نہ ڈال دیں، اللہ کی چاہت یہی ہے کہ اس سے انہیں دنیا کی زندگی میں ہی سزا دے اور کفر ہی کی حالت میں ان کی جانیں نکل جائیں۔"

پھر فرمایا: "جس طرح ایمان کے ساتھ کوئی برا عمل نقصان نہیں دیتا، اسی طرح کفر

---

1 التوبہ: 55

کے ساتھ کوئی عمل فائدہ نہیں دیتا۔"

علاء سے روایت کیا گیا ہے وہ محمد سے اور وہ ان دونوں (ابو عبد اللہ یا امام صادق) میں سے کسی ایک سے روایت کرتے ہیں، کہتے ہیں میں نے کہا: بے شک ہم آپ سے مخالفت کرنے والے آدمی میں عبادت، اجتہاد اور خشوع و خضوع دیکھتے ہیں، کیا یہ چیزیں اس کو کوئی نفع دیں گی؟

تو فرمایا: "اے محمد! ہماری یعنی اہل بیت کی مثال اس گھر والوں کی طرح ہے جو بنی اسرائیل میں تھے، ان میں سے کوئی بھی چالیس رات تک عبادت میں جدوجہد کرتا تھا تو اس کی دعا کو قبول کر لیا جاتا تھا۔ لیکن ان میں سے ایک آدمی نے چالیس رات جدوجہد کے بعد دعا کی تو اس کی دعا کو قبول نہ کیا گیا، تو اس نے حضرت عیسی علیہ السلام کے پاس آکر شکایت کی، اور ان سے اپنے لیے دعا کی درخواست کی تو عیسی علیہ السلام نے وضو کیا اور نماز پڑھی پھر اس کے لیے دعا کی، اللہ تعالی نے آپ کی طرف وحی فرمادی: اے عیسی علیہ السلام یہ آدمی میرے پاس اس طریقے سے نہیں آیا جس طرح آیا جاتا ہے، اس نے مجھے اس حال میں پکارا ہے کہ اس کے دل میں آپ کے بارے میں شک ہے اگر وہ مجھے اسی حال میں پکارتا رہے یہاں تک کہ اس کی گردن کٹ جائے اور اس کی انگلیوں کے پورے ٹوٹ جائیں تو پھر بھی اس کی دعا قبول نہیں کی جائے گی۔"

عیسی علیہ السلام نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا: "تو اللہ تعالی کو پکارتا ہے اور تیرے دل میں اس کے نبی کے بارے میں شک ہے، تو اس نے جواب دیا: اے اللہ کے نبی! اللہ کی قسم آپ نے ٹھیک کہا ہے، آپ اللہ سے دعا کریں کہ وہ اس کو ختم فرمادیں، عیسی علیہ السلام نے اس کے لیے دعا کی، اللہ تعالی نے آپ کی دعا کو قبول فرمایا اور وہ مومن لوگوں میں سے ہو گیا۔

اسی طرح ہم اہل بیت ہیں، اللہ تعالی آدمی کے عمل کو قبول نہیں کرتے جب تک وہ

ہمارے بارے میں شک کرنے والا ہوتا ہے۔"

مرازم سے روایت کیا گیا ہے وہ امام صادق سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میری امت کے لوگوں کو کیا ہو گیا ہے، جب ان کے پاس ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل خوش اور چہرے روشن ہو جاتے ہیں، اور جب میرا اور میرے اہل بیت کا ان کے ہاں ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل تنگ اور چہرے سیاہ ہو جاتے ہیں، قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے برحق نبی بنا کر بھیجا ہے! اگر کوئی آدمی اللہ تعالی کو ستر (70) انبیاء کے عملوں کے ساتھ ملے لیکن ہمارے اہل بیت کے اولی الامر لوگوں کی ولایت کے ساتھ نہ ملے تو اللہ تعالی اس سے فرضی اور نفلی کوئی بھی عبادت قبول نہیں کریں گے۔"

عطاء سے روایت کیا گیا ہے وہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے لوگو! تم ہمارے اہل بیت کی محبت کو لازم پکڑو کیونکہ جو اللہ تعالی کو ہماری محبت کے ساتھ ملے گا وہ ہماری شفاعت سے جنت میں داخل ہو جائے گا، اللہ کی قسم! ہماری معرفت اور ہماری ولایت کے بغیر آدمی کو اس کا کوئی عمل نفع نہیں دے گا۔"

خوارزمی، علی رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر کوئی آدمی اللہ تعالی کی اتنی مدت عبادت کرے جتنا عرصہ نوح علیہ السلام اپنی قوم میں ٹھہرے اور اس کے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو، اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کردے، اور اپنے قدموں پر چل کر ایک ہزار حج کرے، پھر وہ صفا اور مروہ کے درمیان مظلوم قتل کر دیا جائے، لیکن اے علی! اگر وہ آپ سے محبت نہیں کرتا تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پا سکے گا اور نہ ہی اس میں داخل ہو گا۔"

ابو جارود سے روایت کیا گیا ہے وہ کہتے ہیں ابو جعفر علیہ السلام نے فرمایا: "اے ابو

جارود ! کیا تم پسند نہیں کرتے کہ تم نمازیں پڑھو ، تمہاری نمازوں کو قبول کیا جائے ، تم روزے رکھو تو تمہارے روزوں کو قبول کیا جائے، تم حج کرو تو تمہارے حج کو قبول کیا جائے ؟

اللہ کی قسم !بے شک تمہارے علاوہ دوسرے لوگ نماز پڑھتے ہیں لیکن ان کی نمازوں کو قبول نہیں کیا جاتا، وہ روزے رکھتے ہیں لیکن ان کے روزوں کو قبول نہیں کیا جاتا اور وہ حج کرتے ہیں لیکن ان کے حج کو قبول نہیں کیا جاتا۔"

ابو جارود سے روایت کیا گیا ہے وہ ابو جعفر سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو جعفر سے مکہ یا منی میں کہا: اے اللہ کے رسول کے بیٹے کس قدر زیادہ حاجی ہیں !انہوں نے کہا : لیکن ان میں حاجی بہت ہی کم ہیں، اور کہا: بخشش صرف تیرے لیے اور تیرے ساتھیوں کے لیے ہے، اور اسی طرح حج بھی تم سے اور تمہارے ساتھیوں سے ہی قبول کیا جائے گا۔

میں کہتا ہوں: کیا یہ روایات اللہ تعالی کے مندرجہ ذیل فرمان کے خلاف نہیں ہیں:

﴿ إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ ۝٢٧ ﴾[1]

"یقینا اللہ تعالی متقین لوگوں سے ہی قبول کرتا ہے۔"

اسی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع بیان کیا گیا ہے، وہ کہتے ہیں: "حضرت علی رضی اللہ عنہ قریش کی ایک جماعت کے پاس سے گزرے تو انہوں نے آپ کے خلاف آپس میں ایک دوسرے کو اشارہ کیا، آپ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور ان کی شکایت کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم غصے کی حالت میں باہر نکلے اور فرمایا: اے لوگو! تمہیں کیا ہو گیا ہے ؟جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل کا ذکر کیا جاتا ہے تو تمہارے چہرے چمک اٹھتے ہیں اور جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل کا ذکر کیا جاتا ہے تو تمہارے دل سخت ہو جاتے ہیں اور چہروں پر تیوریاں آجاتی ہیں۔

قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے !اگر تم میں سے کوئی ستر (70)

---

1 المائدۃ: 27

انبیاء کے برابر عمل کرے تو پھر بھی وہ جنت میں داخل نہیں ہو گا جب تک وہ میرے اس بھائی علی اور اس کی اولاد سے محبت نہ کرے۔"

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بے شک اللہ کا حق ہے جس کو میرے اور علی کے علاوہ کوئی نہیں جانتا، بے شک میرا حق ہے جس کو اللہ اور علی کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اور علی رضی اللہ عنہ کا حق ہے جس کو اللہ تعالیٰ اور میرے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔"

امام صادق رحمہ اللہ سے روایت ہے، وہ اپنے باب اور وہ اپنے دادا سے بیان کرتے ہیں کہ "امیر المومنین کوفہ کی مسجد سے گزرے اور آپ کا غلام قنبر آپ کے ساتھ تھا، اس نے ایک آدمی کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھ کر کہا: اے امیر المومنین میں نے اس سے زیادہ اچھی نماز پڑھتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا، تو امیر المومنین نے اس کو فرمایا: اے قنبر! اللہ کی قسم جو آدمی ہماری اہل بیت کی ولایت کے بارے میں یقین پر ہے وہ اس آدمی سے بہتر ہے جس نے ایک ہزار سال کی عبادت کی ہو، اگر کوئی آدمی اللہ تعالیٰ کی ایک ہزار سال عبادت کرے تو اللہ تعالیٰ اس سے قبول نہیں فرمائیں گے یہاں تک کہ وہ ہماری اہل بیت کی ولایت پر ایمان لائے، اگر کسی آدمی نے اللہ تعالیٰ کی ہزار سال عبادت کی اور ستر (70) انبیاء کے برابر اعمال لے کر آیا تو اللہ تعالیٰ اس سے قبول نہیں کریں گے جب تک وہ ہمارے اہل بیت کی ولایت کو سمجھ کر ایمان نہ لے آئے، اور اگر وہ ہمارے اہل بیت کی ولایت پر ایمان نہ لایا تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کے نتھنوں کے بل جہنم میں الٹا ڈال دیں گے۔"

ابو جعفر سے روایت ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے فرمان:

﴿وَ اِنِّیۡ لَغَفَّارٌ لِّمَنۡ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهۡتَدٰی ﴿۸۲﴾﴾ [1]

"بے شک میں انہیں بخش دینے والا ہوں جو توبہ کریں، ایمان لائیں، نیک عمل کریں اور راہ راست پر بھی رہیں۔"

---

1 طه :82

کی تفسیر میں کہتے ہیں: ”اللہ کی قسم! اگر اس نے توبہ کی، ایمان لے آیا اور نیک عمل بھی کر لیے لیکن ہماری ولایت اور محبت کو تسلیم نہ کیا اور نہ ہمارے فضل کو جانا تو اس کو یہ کوئی فائدہ نہیں دیں گے۔“

ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالی کے اسی فرمان کی تفسیر یوں منقول ہے:

”جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے اس پر ایمان لایا، اور نیک عمل کیے، یعنی فرائض کو ادا کیا، پھر آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی طرف رہنمائی پائی۔“

داود رقی سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں ابو عبد اللہ کے پاس گیا اور ان سے مندرجہ ذیل فرمان کے بارے میں سوال کیا:

﴿وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى ﴾[1]

”بے شک میں انہیں بخش دینے والا ہوں جو توبہ کریں، ایمان لائیں، نیک عمل کریں اور راہ راست پر بھی رہیں۔“

کہ توبہ، ایمان اور عمل صالح کے بعد کونسی ہدایت و رہنمائی مراد ہے؟ تو فرمایا: اماموں کو جاننا، پہچاننا، اللہ کی قسم ہر امام کے بعد ایک اور امام ہے۔

اسی سند کے ساتھ منصور صیقل سے بیان کیا گیا ہے، وہ کہتے ہیں میں ابو عبد اللہ کے ساتھ منی میں ان کے خیمے میں تھا، تو آپ نے لوگوں کی طرف دیکھا اور فرمایا: ”وہ حرام کھاتے ہیں، حرام پہنتے ہیں، اور حرام نکاح کرتے ہیں، اور تم حلال کھاتے ہو، حلال پہنتے ہو، اور حلال نکاح کرتے ہو، اللہ کی قسم، تمہارے علاوہ کوئی حج نہیں کرتا اور تمہارے علاوہ کسی سے قبول نہیں کیا جاتا۔“

میں کہتا ہوں: یہ کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

---

1 طه :82

﴿فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّیْ لَآ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ﴾ [1]

"بس ان کے رب نے ان کی دعا قبول فرمالی کہ تم میں سے کسی کام کرنے والے کے کام کو خواہ وہ مرد ہو یا عورت میں ہر گز ضائع نہیں کروں گا، تم آپس میں ایک دوسرے کے ہم جنس ہو۔"

سلیمان الاعمش سے روایت ہے، وہ جعفر بن محمد سے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے علی! تو امیر المومنین، اور امام المتقین ہے، اے علی! تو وصیت کنندہ لوگوں کا سردار اور نبیوں کے علم کا وارث ہے، تو سچے لوگوں میں سب سے زیادہ بہتر اور گزرے ہوئے لوگوں میں سب سے افضل ہے، اے علی! تو جہاں کی عورتوں کی سردار کا خاوند ہے، اور انبیاء کا خلیفہ ہے، اے علی! تو مومنوں کا مددگار اور حامی ہے، اے علی! تو میرے بعد تمام لوگوں پر حجت ہے، جس نے آپ سے محبت اور دوستی کی اس کے لیے جنت واجب ہو گئی، اور جس نے آپ سے دشمنی کی وہ آگ کا مستحق ٹھہرا، اے علی! قسم اس ذات کی جس نے مجھے نبی بنا کر بھیجا ہے! اور تمام مخلوقات پر فضیلت دی ہے، اگر کوئی آدمی اللہ تعالی کی ہزار سال عبادت کرے تو اللہ تعالی اس سے اس کی عبادت کو آپ کی ولایت اور آپ کی اولاد سے آنے والے ائمہ کی ولایت کا اقرار کیے بغیر قبول نہیں کرے گا، اور آپ کی ولایت کو آپ کے اور آپ کی اولاد سے آنے والے ائمہ کے دشمنوں سے قطع تعلقی کے بغیر قبول نہیں کیا جائے گا، اس بات کی خبر مجھے جبرئیل علیہ السلام نے دی ہے، جو چاہے ایمان لے آئے اور جو چاہے کافر ہو جائے۔"

ابن شاذان نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے، وہ کہتے ہیں: "رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: معراج کی رات مجھے یہ وحی کی گئی تھی:

---

1 آل عمران: 195

﴿اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ﴾[1]

میں نے کہا: ﴿وَالْمُؤْمِنُوْنَ﴾ (مومن لوگ بھی) تو اللہ تعالی نے فرمایا: ”آپ نے سچ کہا ہے، آپ اپنی امت میں کس کو خلیفہ بنا کر آئے ہیں، میں نے کہا: ان میں سے سب سے بہتر کو، تو فرمایا: علی بن ابی طالب کو، میں نے عرض کی: جی ہاں، اے میرے رب، اللہ تعالی نے فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں نے زمین کی طرف ایک دفعہ جھانکا تو میں نے آپ کو اختیار کر لیا، اور اپنے ناموں میں سے تیرے لیے نام کو پسند کیا، پس جس جگہ میرا ذکر ہو گا وہاں آپ کا بھی ہو گا، میں محمود ہوں اور آپ محمد ہیں، پھر میں نے دوسری مرتبہ زمین کی طرف جھانکا تو میں نے علی رضی اللہ عنہ کو اختیار کیا اور اپنے ناموں میں سے اس کے لیے نام پسند کیا، پس میں اعلی ہوں اور وہ علی ہے، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں نے آپ کو اور حضرت علی، فاطمہ، حسن وحسین اور ان کی اولاد سے آنے والے اماموں کو سنخ سے پیدا کیا ہے جو میرے نور میں سے ایک نور ہے، پھر میں نے تمہاری ولایت کو آسمان والوں پر اور زمین والوں پر پیش کیا، پس جن نے قبول کیا وہ میرے ہاں مومنین میں سے ہے اور جس نے انکار کیا وہ میرے نزدیک کافروں میں سے ہے۔“

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اگر میرے بندوں میں سے کوئی بندہ میری عبادت کرے یہاں تک کہ وہ دنیا والوں سے جدا ہو جائے اور کمزور ہو کر ایک پرانے مشکیزے کی طرح ہو جائے، پھر وہ میرے پاس آئے اس حال میں کہ وہ آپ کی ولایت کا انکار کرنے والا ہو تو میں اس کو معاف نہیں کروں گا یہاں تک کہ وہ آپ کی ولایت کا اقرار کر لے۔

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ان کو دیکھنا پسند کرتے ہیں؟ میں نے کہا: جی ہاں اے میرے رب، تو اللہ تعالی نے فرمایا: آپ عرش کے دائیں طرف دیکھیں، میں نے دیکھا تو حضرت علی، فاطمہ، حسن، حسین، علی بن حسین، محمد بن علی بن حسین، جعفر بن محمد، موسی

---

1 البقرۃ: 258

بن جعفر، علی بن موسی، محمد بن علی، علی بن محمد اور مہدی تھوڑے سے نور میں کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں اور ان کے درمیان میں مہدی اس طرح چمک رہے ہیں جیسے کوئی روشن ستارہ ہوتا ہے، تو اللہ تعالی نے فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ آپ کی اولاد سے حجت اور خلیفہ بننے والے ہیں، میری عزت و جلال کی قسم! یقیناً وہ مہدی میرے اولیاء کے لیے واضح حجت اور میرے دشمنوں سے بدلہ لینے والا ہے، ان کی وجہ سے ہی آسمانوں کو زمین پر گرنے سے روکا گیا ہے، مگر اس کے حکم کے ساتھ وہ گر جائیں گے۔

دیلمی کی کتاب اعلام الدین میں ہے، ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کی ایک جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے، اور ان میں علی بن ابی طالب بھی تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کہا: لا الہ الا اللہ وہ جنت میں داخل ہو گیا۔ تو دو آدمیوں نے کہا ہم کہتے ہیں: لا الہ الا اللہ، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یقیناً لا الہ الا اللّٰہ کی گواہی اس سے (یعنی علی رضی اللہ عنہ) اور اس کے گروہ سے ہی قبول کی جائے گی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سر پر رکھا اور ان دونوں کے لیے فرمایا: تمہاری گواہی قبول ہونے کی نشانی یہ ہے کہ نہ تم دونوں اس کے بیٹھنے کی جگہ میں بیٹھو (یعنی عزت و احترام کرو) اور نہ تم دونوں اس کی بات کو جھٹلاؤ۔"

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے اہل بیت سے بغض کیا اللہ تعالی اس کو یہودی اٹھائے گا، اگر کوئی آدمی اللہ تعالی کی حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان ایک ہزار سال عبادت کرے پھر وہ اللہ تعالی کو ہماری ولایت پر ایمان لائے بغیر ملا تو اللہ تعالی اس کو اس کے نتھنوں کے بل جہنم میں ڈال دیں گے، اور جو فوت ہو گیا اس حال میں کہ وہ اپنے وقت کے امام کو نہیں جانتا تھا تو وہ جاہلیت کی موت مرا، اللہ کی قسم! اللہ تعالی نے آدم

کے ساتھ رہنمائی پکڑی جاتی ہے، جو بندوں پر حجت ہوتا ہے، جس نے اس امام کو چھوڑ دیا وہ ہلاک ہو گیا اور جس نے اس کو پکڑ لیا وہ نجات پا گیا۔"

اللہ تعالی نے اپنی بعض کتابوں میں فرمایا: "یقینًا میں ضرور اس قوم کو عذاب دوں گا جس نے ظالم امام کی اطاعت کی اگرچہ وہ خود نیک اور پرہیز گار ہی کیوں نہ ہوں، اور یقینا میں ہر اس قوم کو معاف کر دوں گا جس نے سچے رہنمائی کرنے والے امام کی اطاعت کی اگرچہ وہ خود ظالم اور برائی کرنے والے ہی کیوں نہ ہوں۔

جس نے امامت کا دعوی کیا حالانکہ وہ امام نہیں تھا تو اس نے اللہ اور اللہ تعالی کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھا۔"[1]

میں کہتا ہوں: اے میرے مسلمان بھائی! آپ نے بیسیوں نصوص کو دیکھ لیا ہے جن کو میں نے ان کی کتاب ' بحار الانوار ' سے لفظ بہ لفظ نقل کیا ہے، دیکھیں کیسے شیعہ اثناعشریہ (امامیہ) ہر اس شخص کو جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولایت کو نہیں مانتا، کافر قرار دیتے ہیں، یہاں تک کہ مجلسی نے اپنی کتاب (بحار الانوار 27 / 166) میں اس کو ثابت کرنے کے لیے ایک باب اس عنوان سے قائم کیا ہے:

(اعمال کو ولایت کے بغیر قبول نہیں کیا جاتا)

اس نے اس میں شیعہ کے علماء جیسے کہ صدوق، مفید، عیاشی، صفار، اربلی اور ان کے علاوہ دیگر علماء اثنا عشریہ (امامیہ) کے اقوال کو ذکر کیا ہے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے: اثنا عشری شیعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولایت کا انکار کرنے والے کو کافر کیوں قرار دیتے ہیں؟

جواب:...... کیونکہ وہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اسلام کی بنیاد پانچ ارکان پر ہے اور ان میں سے سب سے اہم رکن 'ولایت' ہے۔ اس کو، ان کے شیخ کلینی نے ابو حمزہ سے اور وہ ابو

---

1 بحار الانوار 202/27

جعفر سے ذکر کرتے ہیں: ”اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے، نماز، روزہ، زکاۃ، حج اور ولایت، اور کسی بھی چیز کی طرف اس طرح دعوت نہیں دی گئی جس طرح ولایت کی طرف دعوت دی گئی ہے۔“[1]

مازندرانی نے اس حدیث کو زرارہ سے وہ ابو جعفر سے روایت کرتے ہیں:

”اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے، نماز، زکوۃ، حج، روزہ اور ولایت، تو زرارہ نے سوال کیا: کونسی چیز اس میں سے زیادہ افضل ہے؟ تو فرمایا: ولایت سب سے افضل ہے کیونکہ وہ ان کی چابی ہے۔“[2]

پھر مازندرانی نے اسی صفحہ میں ولایت کے سب سے افضل ہونے کے سبب کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے: ”ولایت ان تمام سے افضل ہے کیونکہ وہ ان کی چابی ہے جس کے ذریعے ان تمام چیزوں کو جانا جاتا ہے۔“

میں کہتا ہوں: جب ولایت کا اس قدر مرتبہ ہے اور اس کی وجہ سے جنت والے جنت میں اور جہنم والے جہنم میں جائیں گے تو کیوں نہیں اللہ تعالی نے اس کو صریح آیات میں ذکر کیا جیسا کہ باقی ارکان، نماز، روزہ، زکوۃ اور حج کو بہت ساری آیات میں ذکر کیا ہے؟ اور ولایت کو ایک آیت میں بھی ذکر نہیں کیا جس پر اعمال کے قبول ہونے کا دار و مدار ہے جیسا کہ شیعہ اثنا عشریہ (امامیہ) گمان کرتے ہیں۔

❀❀❀❀

1 اصول الکافی: 18/2

2 شرح اصول الکافی: 63/8

شیعہ اثنا عشریہ کا یہ عقیدہ رکھنا کہ بعض انبیاء کو اہل بیت کی ولایت کا انکار کرنے کی وجہ سے آزمائش میں ڈالا گیا

نعمۃ اللہ جزائری اپنی کتاب "انوار نعمانیہ" میں حمزہ بن ثمالی سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، امام زین العابدین کے پاس گئے اور فرمایا: اے حسین رضی اللہ عنہ کے بیٹے! کیا آپ نے یہ بات کہی ہے کہ یونس بن متی علیہ السلام کے سامنے آپ کے دادا(حضرت علی رضی اللہ عنہ) کی ولایت کو پیش کیا گیا انہوں نے اس پر توقف کیا یوں بطور سزا انہیں مچھلی کے پیٹ میں ڈالا گیا؟ انہوں نے فرمایا: کیوں نہیں ؟ تو عبداللہ بن عمر نے فرمایا: "اگر آپ سچے ہیں تو مجھے کوئی نشانی دکھائیں، تو انہوں نے اپنی اور میری آنکھوں پر پٹی باندھنے کا حکم دیا، پھر تھوڑی دیر بعد کھولنے کا حکم دیا تو ہم ایک سمندر کے کنارے پر تھے جس کی موجیں ٹھاٹھیں مار رہی تھیں، پھر امام زین العابدین نے ایک مچھلی کو پکارتے ہوئے کہا: اے حوت! تو ابن عمر فرماتے ہیں: ایک مچھلی نے اپنے سر کو بڑے پہاڑ کی طرح سمندر سے نکالا اور وہ کہہ رہی تھی میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں اے اللہ کے ولی۔ تو فرمایا تو کون ہے؟ تو وہ بولی: میں یونس علیہ السلام کی مچھلی ہوں۔

اور وہ بولی اے اللہ کے ولی! بے شک اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک کسی بھی نبی کو نہیں بھیجا، مگر اس پر اہل بیت کی ولایت کو پیش کیا، پس انبیاء میں سے جس نے اس کو قبول کر لیا وہ نجات پا گیا اور آزمائش سے محفوظ ہو گیا اور جس نے قبول کرنے سے انکار کیا اور تردد میں پڑ گیا اس کو مصیبت پہنچی جیسا کہ آدم علیہ السلام کو پہنچی تھی، یا غرق ہوا جیسا کہ نوح علیہ السلام کی قوم ہوئی تھی، یا آگ میں ڈالا

گیا جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام کو ڈالا گیا تھا، یا کنویں میں ڈالا گیا جیسا کہ یوسف علیہ السلام کو ڈالا گیا تھا، یا بیماری میں مبتلا کیا گیا جیسا کہ ایوب علیہ السلام کو مبتلا کیا گیا تھا، یا غلطی کی جیسا کہ داود علیہ السلام سے غلطی ہوئی تھی، یہاں تک کہ اللہ تعالی نے حضرت یونس علیہ السلام کو بھیجا اور فرمایا: اے یونس علیہ السلام تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد سے پیدا ہونے والے اماموں کی ولایت کا اقرار کرلے، تو یونس علیہ السلام نے کہا کہ میں کیسے اس شخص کی ولایت کا اقرار کروں جس کو میں نے دیکھا بھی نہیں اور جانتا بھی نہیں ہوں اور غصے سے چل پڑے تو اللہ تعالی نے مجھے حکم دیا کہ تو یونس علیہ السلام کو نگل لے، لیکن اس کی ہڈیاں کمزور نہ ہوں تو وہ میرے پیٹ میں چالیس دن تک سمندر کے اندھیروں میں گھومتے رہے اور اللہ تعالی کو ان الفاظ کے ساتھ پکارتے رہے: اے اللہ تیرے سوا کوئی سچا معبود نہیں ہے تو پاک ہے بے شک میں ظلم کرنے والوں میں سے ہو گیا، میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اور ان کی اولاد سے ہونے والے اماموں کی ولایت کو قبول کرتا ہوں، پھر جب انہوں نے تمہاری ولایت کو قبول کیا تو اللہ تعالی نے مجھے ان کو سمندر کے کنارے پر پھینکنے کا حکم دیا، امام زین العابدین نے مچھلی کو واپس جانے کا حکم دیا، وہ واپس چلی گئی اور پانی برابر ہو گیا۔'' [1]

میں کہتا ہوں: کیسے اللہ تعالی انبیاء اور رسولوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولایت قبول نہ کرنے پر سزا دے گا حالانکہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

﴿وَ مَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا نُوۡحِىۡۤ اِلَيۡهِ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعۡبُدُوۡنِ۝۲۵﴾ [2]

''تجھ سے پہلے بھی جو رسول ہم نے بھیجا اس کی طرف یہی وحی نازل فرمائی کہ میرے سوا کوئی معبود برحق نہیں پس تم سب میری عبادت کرو۔''

---

1 انوار نعمانية: 24/1
2 الأنبياء: 25

اور اللہ تعالی فرماتے ہیں:

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ﴾ [1]

”ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ (لوگو!) صرف اللہ کی عبادت کرو اور اس کے سوا تمام معبودوں سے بچو۔“

اور اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾ [2]

”میں نے جنات اور انسانوں کو محض اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں۔“

پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالی انبیاء اور رسولوں پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولایت کو پیش کریں حالانکہ وہ ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے، کیا یہ بات زیادہ اولی نہیں کہ ان پر حضرت علی کی ولایت کے بدلے حضرت محمد ﷺ کی نبوت کو پیش کیا جاتا؟

کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان لانا شہادتین میں دوسرا رکن نہیں ہے؟

مجلسی نے اپنی کتاب ”بحار الانوار“ میں ذکر کیا ہے کہ ابن شاذان اپنی سند سے روایت کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالی نے معراج کی رات کو میری طرف وحی فرمائی:

﴿اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ﴾ [3]

”رسول ایمان لایا اس چیز پر جو اس کی طرف اللہ تعالی کی جانب سے اتری۔“

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے کہا: اور مومن لوگ بھی۔ تو اللہ تعالی نے فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے سچ کہا ہے، اپنی امت میں کس کو آپ

1 النحل: 36
2 الذاریات: 56
3 البقرۃ: 285

خلیفہ بنا کر آئے ہیں؟ میں نے کہا: ان میں سے سب سے بہترین آدمی کو، اللہ تعالی نے فرمایا: کیا علی بن ابی طالب کو؟... یہاں تک کہ اللہ تعالی نے فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں نے آپ کو اور حضرت علی اور فاطمہ اور حسن و حسین کو اور اس کی اولاد سے ہونے والے اماموں کو سنخ سے پیدا کیا ہے جو نور ہے میرے نور میں سے۔ اور میں نے تمہاری ولایت کو آسمان اور زمین والوں پر پیش کیا پس جس نے تمہاری ولایت کو قبول کر لیا وہ میرے نزدیک مومنوں میں سے ہے اور جس نے انکار کیا وہ کافروں میں سے ہے۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اگر میرے بندوں میں سے کوئی بندہ میری اس قدر انتھک عبادت کرے یہاں تک کہ وہ ختم ہو جائے اور پرانی مشک کی طرح ہو جائے پھر وہ میرے پاس آئے اس حال میں کہ وہ تمہاری والایت کا انکار کرنے والا ہو تو میں اس کو معاف نہیں کروں گا یہاں تک کہ وہ تمہاری ولایت کا اقرار کر لے۔

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کو دیکھنا پسند کرتے ہیں؟ میں نے کہا: جی ہاں اے میرے رب تو اللہ تعالی نے فرمایا: آپ عرش کے دائیں طرف دیکھیں.... الخ۔ [1]

اس سے شیعہ اثنا عشریہ (امامیہ) کا ان انبیاء کو جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولایت کا انکار کیا کافر قرار دینا ثابت ہوتا ہے اور ان کا یہ کہنا بھی ثابت ہوتا ہے کہ ان کو اسی وجہ سے آزمائشوں میں مبتلا کیا گیا تھا۔ (ہم رافضیوں کے عقیدے سے اللہ کی پناہ پکڑتے ہیں)

❀❀❀❀

1 بحار الانوار، 199/27

شیعہ امامیہ کا نبی کریم ﷺ کے صحابہ کو کافر قرار دینا

قاضی عبد الجبار رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”امامیہ کے نزدیک بارہ اماموں کی امامت نص جلی (واضح دلیل) سے ثابت ہے، اور اس کا انکار کرنے والا کافر ہے، بلکہ منکر کو کافر کہنا واجب ہے، اسی بنا پر وہ صحابہ کرام کو کافر قرار دیتے ہیں۔“[1]

عبد القاہر بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”اکثر امامیہ کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ، ان کے دونوں بیٹوں اور تیرہ صحابہ کرام کے علاوہ باقی سب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مرتد ہو گئے تھے۔“[2]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ رافضہ کے صحابہ کرام کے بارے میں موقف کو یوں بیان کرتے ہیں:

”مہاجرین و انصار نے اماموں کے بارے آنے والی دلیل کو چھپا کر، امام معصوم کا انکار کیا، اپنی خواہشات کی پیروی کی، دین کو بدلا اور ظلم و زیادتی کے مرتکب ہوئے۔“

بلکہ یہ لوگ چند ایک کے علاوہ تمام صحابہ کو کافر قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں: ”ابو بکر، عمر اور ان جیسے دیگر صحابہ منافق تھے۔“

بعض دفعہ تو یہاں تک کہتے ہیں:

---

1 شرح اصول الخمسة ، ص 761

2 الفرق بين الفرق ، ص 321

''وہ ایمان لائے تھے، لیکن پھر کافر ہو گئے۔''[1]

اے میرے مسلمان بھائی!

شیعہ امامیہ (اثنا عشریہ) کی کتابوں میں ان لوگوں پر لعنت اور ان کی تکفیر کی گئی ہے، جنہیں اللہ تعالی نے اپنے نبی کے صحابہ کے طور پر پسند کیا، اور اپنے دین کی حفاظت کے سلسلے میں ان پر اعتماد کیا۔

ان لوگوں نے کافروں اور مشرکوں کے بارے نازل ہونے والی آیات کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر چسپاں کیا جیسا کہ آئندہ سطور میں اس کی وضاحت ہے۔

کلینی کی کتاب ''اصول کافی'' میں حسین بن محمد، معلی بن محمد سے، وہ محمد بن علی بن عبد اللہ سے، وہ علی بن حسان سے، وہ عبد الرحمن بن کثیر سے، وہ ابو عبد اللہ سے درج ذیل تفسیر بیان کرتے ہیں۔ اللہ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوا كُفْرًا لَّن تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الضَّالُّونَ ﴾[2]

''بے شک جو لوگ ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے۔ پھر کفر میں بڑھتے رہے تو ان کی توبہ ہر گز قبول نہیں کی جائے گی اور وہی لوگ گمراہ ہیں۔''

اس آیت کے متعلق کہتے ہیں:

''یہ آیت فلاں، فلاں اور فلاں یعنی ابو بکر، عمر اور عثمان کے بارے نازل ہوئی ہے۔ یہ لوگ پہلے حضور پر ایمان لے آئے، پھر جب ولایت علی رضی اللہ عنہ پر ایمان لانے کو کہا گیا تو انہوں نے انکار کیا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم

---

1 الفتاوی: 356/3

2 آل عمران :90

نے فرمایا: جس کا میں مولا ہوں، علی بھی اس کا مولا ہے۔ تو پھر یہ علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کے لیے تیار ہو گئے، لیکن جب حضور کی وفات ہوئی تو اس کے بعد پھر اس کے منکر ہو گئے، باقی لوگوں نے بھی جب علی رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر ان کی بیعت کی تو یہ کفر میں اور زیادہ آگے بڑھ گئے، یہاں تک کہ اہل ایمان کی لسٹ سے خارج ہو گئے۔" [1]

عیاشی نے اپنی تفسیر میں اللہ تعالی کے فرمان:

﴿لَهَا سَبْعَةُ أَبْوَابٍ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُومٌ ۝٤٤﴾ [2]

"اس جہنم کے سات دروازے ہیں ہر دروازے میں سے جانے کے لئے ان کے حصے تقسیم کئے ہوئے ہیں۔ ہر گروہ اپنے خاص دروازے سے اس میں داخل ہو گا۔"

کے تحت لکھا ہے:

"ابو بصیر، جعفر بن محمد سے روایت کرتے ہیں: جہنم کو لایا جائے گا، اس کے سات دروازے ہوں گے، پہلا دروازہ ظالم کے لیے، جو زریق ہے، دوسرا ابتر کے لیے، تیسرا تیسرے کے لیے، اور چوتھا معاویہ کے لیے، اور پانچواں عبد الملک کے لیے... الخ۔" [3]

اسی سند کے ساتھ کلینی ابو عبد اللہ سے اللہ تعالی کے فرمان:

﴿إِنَّ الَّذِينَ ارْتَدُّوا عَلَىٰ أَدْبَارِهِم مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى﴾ [4]

"بے شک جو لوگ سیدھی راہ ظاہر ہو جانے کے بعد اپنی پشت پھیر کر ہٹ

---

1 اصول الکافی: 420/1

2 الحجر: 44

3 تفسیر عیاشی: 430/2

4 محمد: 25

گئے۔"

تفسیر میں روایت کیا ہے: "اس سے مراد فلاں وفلاں اور فلاں ہیں(یعنی ابو بکر وعمرو عثمان رضی اللہ عنہم اجمعین) جو حضرت علی کی ولایت کے منکر ہو کر مرتد ہو گئے تھے۔"

راوی کہتا ہے: میں نے کہا اللہ تعالی کا فرمان:

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِيْعُكُمْ فِيْ بَعْضِ الْاَمْرِ﴾ [1]

"یہ اس لئے ہوا کہ انہوں نے ایسے لوگوں سے جو اللہ کی نازل کی ہوئی (کتاب) کو ناپسند کرتے ہیں کہا کہ بعض کاموں میں ہم تمہارا کہنا مان لیں گے۔"

سے کیا مراد ہے؟ تو فرمایا: "اللہ کی قسم! یہ ان دونوں کے بارے میں اور ان دونوں کے پیروکاروں کے بارے میں نازل ہوا ہے۔" [2]

کلینی نے ابو عبد اللہ سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالی کے فرمان:

﴿رَبَّنَآ اَرِنَا الَّذَيْنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا لِيَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ ۝۲۹﴾ [3]

"اے ہمارے رب! ہمیں وہ جن اور انسان دونوں دکھادے جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا تاکہ ہم ان دونوں کو اپنے پاؤں تلے روند کر خوب ذلیل کر دیں۔"

میں دونوں سے مراد ابو بکر وعمر ہیں۔ مزید کہا: "فلاں شیطان ہے اور مراد عمر بن خطاب لیے ہیں۔" [4]

مجلسی الکافی کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

---

1 محمد : 26

2 اصول الکافی: 450/1

3 فصلت : 29

4 الروضة فی الکافی: 334/8

”صاحب الکافی نے (دونوں) سے مراد ابو بکر و عمر لیے ہیں، اور آیت میں (من الجن) سے مراد عمر بن خطاب ہے کیونکہ وہ شیطان تھا۔ اور اسے شیطان اس لیے کہا گیا کیونکہ وہ شیطان کا شریک کار تھا، اور زنا کی پیداوار تھی، یا پھر مکر وفریب میں شیطان کا ہمسر تھا، یہی آخری بات راجح محسوس ہوتی ہے لیکن عکس بھی ممکن ہے یعنی 'جن' سے مراد ابو بکر ہوں۔“[1]

علی بن ابراہیم قمی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ذر رحمہ اللہ سے بیان کرتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی: (يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ)[2] تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ پر میری امت کو پانچ گروہوں میں پیش کیا جائے گا، پہلا گروہ اس امت کے 'عجل[3]' کے ساتھ پیش کیا جائے گا تو میں ان سے سوال کروں گا کہ تم نے میرے بعد ثقلین (حسین و حسین) کے ساتھ کیا کیا؟ تو وہ جواب دیں گے جو بڑا تھا اس کو ہم نے چھوڑ دیا، چھوٹے سے ہم نے دشمنی کی اور اس پر ظلم کیا، تو میں حکم دوں گا کہ ان کو آگ میں پھینک دو تو ان کے چہرے پیاسے اور کالے ہو جائیں گے۔

پھر دوسرا گروہ اس امت کے فرعون[4] کے ساتھ آئے گا میں کہوں گا تم نے ثقلین کے ساتھ کیا کیا؟ تو وہ جواب دیں گے جو بڑا تھا اس کو ہم نے چھوڑ دیا اور مخالفت کی، اور چھوٹے سے دشمنی کرتے ہوئے اسے قتل کر دیا، تو میں حکم دوں گا ان کو بھی آگ میں دھکیل دو، یوں ان کے چہرے پیاسے اور سیاہ ہو جائیں گے۔

پھر تیسرا گروہ اس امت کے سامری[5] کے ساتھ پیش کیا جائے گا، میں پوچھوں گا تم

---

1 مرآة العقول: 488/26
2 آل عمران: 106
3 عجل سے مراد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ لے رہے ہیں۔
4 اس سے ان کی مراد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں۔
5 اس سے ان کی مراد عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں۔

نے ثقلین کے ساتھ کیا کیا وہ کہیں گے بڑے کی نافرمانی کی اور چھوڑ دیا، چھوٹے کو ذلیل ور سوا کیا اور بری طرح تنگ کیا، تو میں حکم دوں گا، ان کو آگ میں پھینک دیا جائے تو ان کے چہرے پیاسے اور سیاہ ہو جائیں گے۔

پھر خوارج کو ان کے سردار "ذی ثدیہ" کے ساتھ پیش کیا جائے گا، میں ان سے سوال کروں گا کہ تم نے ثقلین کے ساتھ کیا کیا؟ تو وہ کہیں گے، بڑے کو ہم نے الگ کر دیا، اور براءت کا اظہار کیا، اور چھوٹے کو قتل کر دیا، تو میں کہوں گا تم آگ کے مستحق ہو پیاسے اور سیاہ چہروں کے ساتھ۔

پھر متقین کے امام، چمکتے ہاتھ پاؤں والوں کے قائد، اور رب العالمین کی وحی کے امین کے ساتھ ایک گروہ کو پیش کیا جائے گا، میں ان سے سوال کروں گا، تم نے میرے بعد ثقلین کے ساتھ کیا کیا؟ تو وہ جواب دیں گے، بڑے کی اطاعت و فرماں برداری کی، چھوٹے سے محبت کی، اس کی مدد کی یہاں تک کہ ہماری جانیں لٹ گئیں، تو میں حکم دوں گا، تم جنت کی طرف چلے جاؤ، نہ تمہیں پیاس لگے گی، اور تمہارے چہرے بھی سفید رہیں گے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے درج ذیل آیات تلاوت کیں:

﴿ يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّ تَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ ۣ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝ وَ اَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ۭ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ ﴾[1]

"جس دن بعض چہرے سفید ہوں گے اور بعض سیاہ، سیاہ چہروں والوں سے کہا جائے گا کہ کیا تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا؟ اب اپنے کفر کا مزہ چکھو، اور سفید چہروں والے اللہ کی رحمت میں داخل ہوں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں

1 آل عمران: 106-107

گے۔"[1]

علی بن ابراہیم قمی سورۃ الشمس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"ہمیں محمد بن قاسم بن عبید اللہ نے، انہیں حسن بن جعفر نے، انہیں عثمان بن عبد اللہ نے، انہوں نے عبد اللہ بن عبید الفارسی سے، انہوں نے محمد علی سے، انہوں نے ابو عبد اللہ سے مندرجہ ذیل تفسیر نقل کی ہے:

اللہ کا فرمان ہے:

﴿قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَكّٰىهَا ۝﴾[2]

"کامیاب ہے وہ جس نے تزکیہ نفس کر لیا۔"

یعنی اللہ تعالیٰ نے امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پاک کیا ہے۔

﴿وَقَدۡ خَابَ مَنۡ دَسّٰىهَا ۝﴾[3]

"جس نے اپنے نفس کو خاک میں ملا دیا وہ ناکام ہوا۔"

اس سے مراد زریق (ابو بکر صدیق) اور حبتر (عمر بن خطاب) ہیں۔"[4]

کلینی ابو یعفور سے، وہ ابو عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں:

"تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ کلام کریں گے اور نہ ان کو پاک کریں گے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہو گا۔ ایک وہ جس نے کہا: میں اللہ کی طرف سے امام ہوں حالانکہ وہ امام نہیں تھا۔

دوسرا وہ جس نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ امام کا انکار کیا۔ اور تیسرا وہ جس

---

1 تفسیر القمی: 117/1

2 الشمس: 9

3 الشمس: 10

4 تفسیر قمی: 422/2

نے یہ سمجھا کہ ان دونوں کے لیے (ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما) اسلام میں کوئی حصہ ہے۔[1]

کلینی حمران بن اعین سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے ابو جعفر سے کہا:

"میں قربان جاؤں، ہم کس قدر کم ہیں کہ اگر ایک بکری کو کھانا شروع کریں تو ختم نہ کر سکیں! تو انہوں نے فرمایا: اس سے بھی عجیب بات یہ کہ مہاجرین و انصار سب کے سب چلے گئے مگر تین۔"[2]

مازندرانی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

"شاید تین سے مراد سلمان، ابوذر اور مقداد رضی اللہ عنہم ہیں۔"[3]

شیعہ کا شیخ مجلسی کہتا ہے:

"امامیہ کے نزدیک درج ذیل چیزیں ضروریات دین میں شمار ہوتی ہیں:

1۔ متعے کی حلت 2۔حج تمتع

3۔ ابو بکر، عمر، عثمان، معاویہ (رضی اللہ عنہم) سے براءت کا اظہار کرنا۔"[4]

مزید کہتا ہے:

"چار بتوں: ابو بکر، عمر، عثمان اور معاویہ اور چار عورتوں: عائشہ، حفصہ، ہند، ام الحکم (رضی اللہ عنہم) اور ان کے پیروکاروں سے براءت کا اظہار کرتے ہیں، اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ یہ روئے زمین پر اللہ کی مخلوق میں سے بدترین لوگ ہیں، کیونکہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان اسی وقت مکمل ہوتا ہے، جب ان کے دشمنوں سے مکمل براءت کا اظہار کیا جائے۔"[5]

---

1 اصول الکافی: 373/1

2 اصول الکافی: 244/2

3 شرح اصول الکافی: 188/9

4 العقائد، ص: 58

5 حق الیقین، ص: 519

مجلسی ہی ابو علی خراسانی سے، وہ علی بن حسین کے غلام سے روایت کرتے ہیں:

"ایک دفعہ میں علی بن حسین کے ساتھ تھا، عرض کی: آپ ضرور بالضرور مجھے ان دو آدمیوں یعنی ابو بکر و عمر (رضی اللہ عنہما) کے بارے میں معلومات دیں، تو انہوں نے فرمایا: یہ دونوں خود بھی، اور ان سے محبت رکھنے والا بھی کافر ہے۔"[1]

مزید لکھتا ہے:

"ابو حمزہ ثمالی سے مروی ہے کہ علی بن حسین سے ان دونوں کے بارے سوال ہوا، تو آپ نے فرمایا: وہ دونوں کافر ہیں، اور جس نے ان دونوں سے محبت کی وہ بھی کافر ہے۔"[2]

کرکی صحابی رسول عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھتا ہے:

"جس شخص میں عثمان کے لیے بغض نہیں، اور ان کی عزت کو حلال نہیں سمجھتا، اور اس کے کافر ہونے کا عقیدہ نہیں رکھتا، بلاشبہ وہ اللہ او راس کے رسول کا دشمن، اور ان کی شریعت کا منکر ہے۔"[3]

اسی طرح آپ کے بارے میں نعمۃ اللہ جزائری کہتا ہے:

"عثمان ان لوگوں میں سے ہے جنہوں نے عہد نبوی میں منافقوں کی طرح اسلام کا اظہار کیا۔"[4]

زین الدین بیاضی، مومنوں کے ماموں اور کاتب وحی حضرت امیر معاویہ کے بارے میں کہتا ہے:

---

1 بحار الأنوار: 137/69

2 بحار الأنوار: 138/69

3 نفحات اللاهوت فی لعن الجبت و الطاغوت، ص: 14

4 الانوار النعمانية: 81/1

"یہ اس وقت تک فوت نہیں ہوا جب تک صلیب گلے میں نہیں لٹکالی۔"[1]

اسی طرح مرتضی ان کے بارے کہتا ہے:

"وہ ائمہ کفر میں سے ایک تھا۔"[2]

میرے مسلمان بھائی! ذرا غور کریں کس طرح شیعہ امامیہ صحابہ کرام جو انبیاء کے بعد سب سے بہترین لوگ ہیں، پر کفر و نفاق کے فتوے لگاتے ہیں۔ جب کہ دوسری طرف فرمان الٰہی ہے:

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَي الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۡ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ۭ﴾[3]

"محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت ہیں آپس میں رحم دل، (اے مخاطب!) تو انہیں دیکھے گا کہ وہ رکوع کر رہے ہیں سجدہ کر رہے ہیں اللہ کے فضل اور رضامندی کے طلب گار ہیں۔ ان کی نشانی سجدوں کے اثر سے ان کے چہروں پر نمایاں ہے۔"

بلکہ ان لوگوں نے تو صحابہ کرام سے محبت رکھنے والوں پر بھی کفر کا فتوی لگایا ہے (اللہ کی پناہ)

"مفید" نے شیعہ امامیہ کا اتفاق نقل کیا ہے کہ

"وہ تمام صحابہ کرام جنہوں نے حضرت علی سے جنگ کی، وہ کافر ہیں۔"

امامیہ، زیدیہ، اور خوارج کا اس بات پر اتفاق ہے کہ "بصرہ و شام کے ظلم کرنے والے لوگ، بیعت توڑنے والے، سب لوگ کافر اور گمراہ ہیں، اور امیر المومنین کی نافرمانی کی وجہ

---

1 الصراط المستقیم: 50/3

2 الشافی، ص: 287

3 الفتح: 29

سے سب مستحق لعنت ہیں، اور ان کا ٹھکانہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم ہے۔"[1]

رافضہ نے صرف صحابہ کرام کو کافر قرار دینے پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ ان کی کتابوں میں اس طرح کے عناوین کے ساتھ ابواب موجود ہیں:

"دشمنوں پر لعنت بھیجنے کے استحباب کا بیان" جیسا کہ وہ ہر نماز کے بعد یہ کام سرانجام دیتے ہیں (اللہ کی پناہ)

حر عاملی نے اپنی کتاب "وسائل الشیعہ" میں مندرجہ ذیل عنوان کے ساتھ باب قائم کیا ہے: "دین کے دشمنوں پر ہر نماز کے بعد ان کے نام لے کر لعنت بھیجنے کے استحباب کا بیان" اس کے بعد لکھتے ہیں:

> "حسین بن ثویر اور ابو سلمہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نے ابو عبد اللہ کو ہر فرض نماز کے بعد چار مردوں اور چار عورتوں پر لعنت بھیجتے ہوئے سنا ہے (یعنی ابو بکر، عمر، عثمان، معاویہ، عائشہ، حفصہ، ہند اور معاویہ کی بہن ام الحکم رضی اللہ عنہم)"۔[2]

نوری طبرسی نے اپنی کتاب "مستدرک الوسائل" میں یہی عنوان قائم کیا ہے، اور اس کے بعد ابو عبد اللہ سے درج ذیل روایت نقل کی ہے:

> "ہمارے چاہنے والے اور متعلقین میں سے ہر شخص پر واجب ہے کہ وہ ان الفاظ میں دعا مانگے: اے اللہ! تو اپنی لعنت، سختی، اپنی سزا اور عذاب کو ان دونوں پر دگنا کر دے جنہوں نے تیری نعمت کا انکار کیا اور تیرے رسول کو ڈرایا... اور تیرے خلیفہ کو زمام اقتدار سنبھالنے، اصلاح کرنے، تنفیذ احکام، دین اسلام کی سر بلندی اور قرآنی حدود کے نفاذ سے منع کرتے رہے۔ اے اللہ! تو ان دونوں پر

---

1 أوائل المقالات، ص: 45

2 وسائل الشیعه: 1037/2

لعنت فرما، ان دونوں کی بیٹیوں پر، اور ہر اس شخص پر جو ان کے نقش قدم پر چلا۔"

مرعشی نے " قریش کے دو بتوں کے خلاف بدعا" کا عنوان قائم کیا، اس کی مراد یہاں ابو بکر و عمر (رضی اللہ عنہما) ہیں، بد دعا کی عبارت ملاحظہ فرمائیں: "اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان، نہایت رحم کرنے والا ہے، اے اللہ ! تو محمد اور اس کی آل پر رحمتیں نازل فرما! اے اللہ ! قریش کے دو بتوں پر، ان کی دونوں بیٹیوں پر، لعنت فرما، جنہوں نے تیرے حکم کی مخالفت کی، تیری وحی کا انکار کیا، تیرے انعام کو ٹھکرایا، تیرے رسول کی نافرمانی کی،، تیرے دین کو بدلا، تیری کتاب میں تحریف کی، تیرے احکامات کو فضول اور فرائض اور باطل قرار دیا، تیری آیات میں الحاد کے مرتکب ہوئے، تیرے اولیاء کے ساتھ دشمنی کی اور دشمنوں سے دوستی کی، تیرے شیروں کو برباد اور بندوں کو خراب کیا۔"

اے اللہ ! تو ان دونوں پر، ان کے پیروکاروں، مددگاروں پر، ان کے گروہوں پر اور ان سے محبت کرنے والوں پر لعنت فرما۔ انہوں نے خانہ نبوت کو خراب کیا، اس کے دروازے کو توڑا، اس کی چھت کو گرایا، اور اس کی بلندی کو زمیں بوس کر کے، اسے تہہ و بالا کر دیا۔ اس گھر کے بچوں کو قتل کیا، منبر نبوت کو اس کے حقیقی وارث اور وصی سے چھین لیا، اس کی امامت کا انکار کیا، اور اپنے رب کے ساتھ شرک کا ارتکاب کیا۔

پس اے اللہ ! تو ان کے گناہوں میں اضافہ فرما، اور انہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم کی پرخار وادی کا راہی بنا۔

اے اللہ ! تو ان پر اتنی بار لعنت کر، جتنے انہوں نے تیرے بندوں کو منکر بنایا، جس قدر انہوں نے حق کو چھپایا، جتنے منبروں پر یہ بلند ہوئے، اور ہر مومن کے بدلے جس کو انہوں نے دھمکایا، اور ہر منافق کے بدلے جس سے انہوں نے دوستی استوار کی، ہر ولی کے بدلے جس کو انہوں نے تکلیف دی، ہر صادق کے بدلے جس کو انہوں نے دھتکارا، ہر کافر

کے بدلے جس کی انہوں نے مدد کی، ہر امام کے بدلے جس پر انہوں نے ظلم کیا، ہر فرض کی تعداد کے بدلے جس کو انہوں نے بدلا، ہر حدیث کے بدلے جس کا انہوں نے انکار کیا، ہر خون کے بدلے جس کو انہوں نے بہایا، ہر خبر کے بدلے جس کو انہوں نے تبدیل کیا، ہر حکم بدلے جس کو انہوں نے بدل ڈالا، ہر کفر کے بدلے جس کی انہوں نے ابتدا کی، ہر جھوٹ کے بدلے جو انہوں نے چھپایا، ہر وراثت کے بدلے جو انہوں نے غصب کی، ہر غنیمت کے بدلے جس میں انہوں نے خیانت کی، ہر حرام کے بدلے جو انہوں نے کھایا، ہر مال خمس کے بدلے جو انہوں نے لوٹ لیا، ہر باطل کے بدلے جس کی انہوں نے بنیاد رکھی، ہر ظلم زیادتی کے بدلے جس کو انہوں نے پھیلایا، ہر وعدے کے بدلے جس کو انہوں نے توڑا، ہر حلال کے بدلے جسے انہوں نے حرام ٹھہرایا، ہر حرام کے بدلے جو انہوں نے حلال کیا، ہر نفاق اور دھوکے کے بدلے جس کو انہوں نے چھپایا، ہر پیٹ کے بدلے جس کو انہوں نے لہولہان کیا، ہر پسلی کے بدلے جس کو توڑا، ہر جنین کے بدلے جو گرایا، ہر دستاویز اور اقرار نامے کے بدلے جو پھاڑ ڈالی، ہر عزت والے کے بدلے جسے ذلیل کیا، ہر ذلیل کے بدلے جسے عزت دی، ہر حق کے بدلے جس سے انہوں نے روکا اور ہر امام کے بدلے جس کی انہوں نے مخالفت کی۔

اے اللہ! تو ان پر ہر اس آیت کو بدلے لعنت فرما جس میں انہوں نے تحریف کی، ہر فریضہ کے بدلے جس کو انہوں نے چھوڑا، ہر سنت کے برابر جس کو تبدیل کیا، ہر حکم کے برابر جس کو انہوں نے چھوڑا، ہر رسم کے برابر جس سے انہوں نے منع کیا، ہر رشتہ داری کے بدلے جسے انہوں نے توڑا، گواہیوں کے بدلے جو انہوں نے چھپائیں، وصیت کے بدلے جس کو انہوں نے ضائع کیا، قسموں کے بدلے جن پر یہ پورا نہ اترے، ہر دعوی کے بدلے جو باطل ٹھہرایا، ہر دلیل کے بدلے جس کا انکار کیا، ہر حیلے کے بدلے جو ایجاد کیا، اور ان امانتوں کی تعداد کے برابر جن میں انہوں نے خیانت کی۔

اے اللہ !تو ان دونوں پر پوشیدہ، ظاہری، مسلسل، نہ ختم ہونے والی، ان گنت لعنت فرمایا۔ ان پر بھی، ان کے مددگاروں پر بھی ان کے دوستوں پر بھی، ان سے محبت کرنے والوں پر بھی، ان کے غلاموں پر، ان کی طرف جھکنے والوں پر، ان کی باتوں کی اقتدا کرنے والوں پر اور ان کے احکام کی تصدیق کرنے والوں پر۔

اس کے بعد چار مرتبہ کہیں: اے اللہ ان کو ایسا عذاب دے جس سے جہنمی بھی پناہ مانگیں، جہانوں کے رب ہماری دعا کو قبول فرما۔

پھر چار مرتبہ کہے: اے اللہ تو ان سب پر لعنت فرما۔ اے اللہ تو محمد اور اس کی آل پر رحمت بھیج۔ اے اللہ تو نے مجھے حلال دیکر حرام سے بے پرواہ کر دے، مجھے فقیری سے بچالے، اے میرے رب میں نے اپنی جان پر ظلم و زیادتی کی، میں گناہوں کا اعتراف کرتا ہوئے تیرے سامنے حاضر ہوں، تو میرے ساتھ جو چاہے کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔ مجھ سے خوش ہو جا، میں دوبارہ ان گناہوں کا ارتکاب نہیں کروں گا، اگر دوبارہ غلطی ہوئی تو اپنے فضل و کرم سے میری مغفرت اور در گزر کرتے ہوئے معاف کرنا، تو سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

وصلى اللّٰه على سيد المرسلين ، خاتم النبيين و آله الطيبين الطاهرين برحمتك يا أرحم الراحمين .

میری گزارش ہے ! اے اللہ کے بندو! کیا کوئی عقل گوارہ کرتی ہے کہ صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اس طرح کی لعنتیں بھیجی جائیں، اور ان کے خلاف اس طرح بد دعائیں کی جائیں؟ کیا ان شیعہ امامیہ نے یہودیوں، عیسائیوں کے خلاف بھی ان الفاظ میں لعنت کی ہے، جو الفاظ انہوں نے قرن اول کی ان عظیم ہستیوں کے لیے استعمال کیے ہیں جنہیں اللہ تعالی نے اپنے نبی کی صحبت و رفاقت کے ذریعے شرف سے نوازا ہے ؟! (ہم اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں)

شیعہ اثنا عشریہ کا
نبی کریم ﷺ کے اہل بیت کو کافر قرار دینا

بعض لوگ اس عنوان سے تعجب کریں گے لیکن یہ حقیقت ہے، اور شیعہ اثنا عشریہ کی کتابیں ہماری اس بات کی تائید کرتی ہیں۔

کلینی اپنی کتاب ”اصول الکافی“۔[1] میں حمران بن اعین سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں ”میں نے ابو جعفر سے کہا: میں آپ پر قربان ہوں، کس قدر ہم کم تعداد میں ہیں، اگر ہم ایک بکری کے گوشت پر جمع ہوں تو اس کو ختم نہیں کر سکتے۔ انہوں نے فرمایا: کیا میں آپ کو اس سے زیادہ تعجب والی بات بیان نہ کروں؟

مہاجرین اور انصار سب کے سب مرتد ہو گئے، سوائے تین کے۔

مازندرانی نے اس کی شرح کرتے ہوئے ہو لکھا ہے: ہو سکتا ہے کہ تین سے مراد سلمان، ابو ذر اور مقداد ہوں۔“۔[2]

اس جگہ حکم سب کے لیے ہے، یعنی سب صحابہ کرام کے لیے بھی اور اہل بیت کے لیے بھی، اگرچہ بعض روایات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اوران کے دونوں بیٹوں کا استثناء آیا ہے، لیکن باقی اہل بیت یعنی آل عقیل، آل جعفر، آل عباس اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کی اس سے تکفیر ہوتی ہے۔ العیاذ باللہ: (اللہ کی پناہ)

بلکہ شیعہ امامیہ نے طعن اور تکفیر کے ساتھ اہل بیت میں سے بہت سے لوگوں کو

---

1 244/2

2 شرح اصول الکافی: 198/9

خاص کیا ہے، جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو یہاں تک انہوں نے کہا: ”اللہ تعالی نے ان کے بارے میں دو آیات کو نازل فرمایا۔“

محمد بن طوسی اپنی معروف کتاب رجال الکشی میں ابو جعفر سے ذکر کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں اللہ تعالی کا فرمان:

﴿وَمَنْ كَانَ فِي هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا ۝﴾[1]

”جو اس جہاں میں اندھا وہ آخرت میں بھی اندھا اور راستے سے بہت ہی بھٹکا ہوا رہے گا۔“

اور اللہ تعالی کا فرمان:

﴿وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْٓ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يُّغْوِيَكُمْ ۭ هُوَ رَبُّكُمْ ۣ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ۭ﴾[2]

”تمہیں میری خیر خواہی کچھ بھی نفع نہیں دے سکتی گو میں کتنی ہی تمہاری خیر خواہی کیوں نہ چاہوں۔“

یہ دونوں آیتیں حضرت عباس بن عبد المطلب کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔“[3]

بلکہ ترجمان القرآن اور حبر الامۃ حضرت ابن عباس بھی ان سے محفوظ نہ رہ سکے۔

محمد بن حسن الطوسی نے اپنی کتاب ”اختبار معرفة الرجال“ میں ذکر کیا ہے: ”فضیل بن یسار کہتے ہیں میں نے ابو جعفر کو فرماتے ہوئے سنا: امیر المومنین نے کہا: اے اللہ! تو فلاں کے دونوں بیٹوں پر لعنت بھیج، اور ان دونوں کی آنکھوں کو اندھا کردے جیسا کہ تو نے ان دونوں کے دلوں کو اندھا کیا ہے، اور ان دونوں کی آنکھوں کے اندھاپن کو، ان دونوں کے دلوں کے اندھا ہونے کی دلیل بنادے۔“

---

1 الإسراء: 72

2 هود: 34

3 اختبار معرفة الرجال، ص: 127

اور حاشیہ میں لکھا ہے:

"فلاں کے دونوں بیٹوں سے مراد عبد اللہ بن عباس اور عبید اللہ بن عباس ہیں۔"[1]

یہاں تک کہ محمد بن حنفیہ[2] (حسن اور حسین کے باپ شریک بھائی) بھی ان کی تکفیر سے محفوظ نہ رہ سکے۔

حسین بن علی رضی اللہ عنہ کے کربلا میں شہید ہونے کے بعد محمد بن حنفیہ کا اپنے بھتیجے علی بن حسین بن علی بن ابی طالب کے ساتھ اختلاف ہو گیا تو محمد بن حنفیہ نے دعوی کیا کہ اس کے بھائی کی وفات کے بعد امارت اس کے سپرد کر دی گئی ہے۔ اور علی بن حسین نے کہا: مجھے میرے باپ نے عراق جانے سے پہلے امامت کی وصیت کی تھی، اور جس وقت محمد بن حنفیہ اس بات سے راضی نہ ہوئے تو دونوں حجر اسود کے پاس گئے تاکہ وہ ان دونوں کے درمیان فیصلہ کرے تو حجر اسود نے علی بن حسین کی امامت کی گواہی دی۔ کلینی اس کے بعد لکھتے ہیں:

"یہ بات محمد بن حنفیہ کے کفر اور جھوٹا ہونے پر واضح دلالت کرتی ہے کیونکہ اس نے اپنے لیے امامت کا دعوی کیا تھا اور وہ اس میں سچا نہیں تھا۔" (شیعہ کی روایات کے مطابق)

کلینی نے اپنی کتاب "اصول کافی"[3] میں اس عنوان کے ساتھ باب باندھا ہے:

(جس نے امامت کا دعوی کیا اور وہ اس کا اہل نہیں ہے):

پہلی حدیث: سورۃ بن کلیب سے روایت کیا گیا ہے وہ ابو جعفر سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں مین نے ان سے اللہ عزوجل کے فرمان:

﴿وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ﴾[1]

---

1 اختبار معرفة الرجال، ص:125

2 ان کا نام محمد بن علی بن ابی طالب ہے، اور والدہ کیطرف نسبت کی وجہ سے ابن الحنفیہ کے ساتھ مشہور ہیں، جو کہ قبیلہ بنی حنیفہ سے تھیں۔(سیر اعلام النبلاء 110/4

3 اصول الکافی: 372/1

''اور جن لوگوں نے اللہ تعالی پر جھوٹ باندھا تو آپ دیکھیں گے قیامت کے دن ان کے چہرے سیاہ ہوں گے۔"[1]

کے بارے پوچھا تو انہوں نے کہا:

"جس نے کہا میں امام ہوں اور وہ امام نہیں تھا۔ وہ کہتے ہیں میں نے کہا: اگر چہ وہ علوی کیوں نہ ہوں؟ تو انہوں نے کہا: اگر چہ وہ علوی ہو۔ میں نے کہا: اگر چہ وہ علی بن ابی طالب کی اولاد میں سے ہوں؟ تو کہا: اگر چہ وہ ان کی اولاد میں سے ہو۔"

دوسری حدیث: ابان سے روایت کیا گیا ہے وہ فضیل سے اور وہ ابو عبداللہ سے بیان کرتے ہیں انہوں نے فرمایا: "جس نے امامت کا دعوی کیا اور وہ اماموں میں سے نہیں ہے وہ کافر ہے۔"

مازندرانی اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وہ کافر ہے 'یعنی دین اسلام سے خارج ہے اس شخص کی طرح جس نے نبوت کا دعوی کیا اور وہ انبیاء میں سے نہیں ہے، اور اس شخص کی طرح جس نے اس شخص کی امامت کا انکار کیا جو اماموں میں سے تھا۔"[2]

تیسری حدیث: حسین بن مختار سے روایت کیا گیا ہے وہ کہتے ہیں: "میں نے ابو عبداللہ سے اللہ تعالی کے مذکورہ فرمان کے بارے میں سوال کیا، انہوں نے کہا: اس سے مراد ہر وہ شخص ہے جس نے امامت کا دعوی کیا اور وہ امام نہیں ہے۔ میں نے کہا: اگر چہ وہ فاطمی اور علوی کیوں نہ ہوں؟ تو کہا: اگر چہ وہ فاطمی اور علوی ہو۔"

ان نصوص سے واضح ہو رہا ہے کہ محمد بن حنفیہ رافضہ کے نزدیک جھوٹا اور کافر ہے کیونکہ اس نے امامت کا دعوی کیا تھا اور وہ ان میں سے نہیں تھا۔

کیا یہ اہل بیت سے محبت ہے جس کا رافضہ شیعہ دعوی کرتے ہیں؟ (اللہ کی پناہ)

---

1 الزمر: 60

2 شرح اصول الکافی: 355/7

❀❀❀❀

شیعہ اثنا عشریہ کا
نبی کریم ﷺ کی بیویوں کو کافر قرار دینا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات اور مومنوں کی مائیں جن کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ﴾[1]

"پیغمبر مومنوں پر خود ان سے بھی زیادہ حق رکھنے والے ہیں اور پیغمبر کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں۔"

ان کو اللہ تعالی نے عظیم مرتبے کے ساتھ موصوف کیا، اور ان کو مومنوں کی مائیں بنا کر شرف دیا۔ لیکن اس کے باوجود ان کے بارے میں بھی اسی قسم کی غلط باتیں کی گئیں، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کے متعلق کی گئیں۔

پتا نہیں رافضی شیعہ کونسی محبت کا دعوی کرتے ہیں، یہ ان کے معتقدات ہیں۔ (ہم ان کے حال سے اللہ تعالی کی پناہ پکڑتے ہیں)

ان کا شیخ جعفر مرتضی کہتا ہے:

"ہم عقیدہ رکھتے ہیں جیسا کہ ہمارے بڑے علماء، مفکرین، محققین عقیدہ رکھتے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ممکن ہے کافرہ ہو جیسا کہ حضرت نوح اور لوط علیہا السلام کی بیویاں تھیں، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی سے

---

1 الأحزاب: 6

مراد اس جگہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں۔" [1]

ان کا شیخ زین الدین النباطی البیاضی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں کہتا ہے:

"وہ کہتے ہیں (یعنی اہل السنہ والجماعۃ) ہر قسم کی گندگی کو اللہ تعالی نے اس سے (یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے) دور کر دیا ہے۔ ہم کہتے ہیں: اپنے امام کے ساتھ لڑائی کرنے سے کونسی زیادہ بڑی گندگی ہو سکتی ہے؟ اور یہ بہت بڑی بے حیائی ہے۔" اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ﴾ [2]

"اے نبی کی بیویو! تم میں سے جو بھی کھلی بے حیائی کا ارتکاب کرے گی اسے دوگنا عذاب دیا جائے گا۔"

اللہ تعالی نے نوح علیہ السلام اور لوط علیہ السلام دونوں کی بیویوں کے بارے میں خبر دی کہ وہ دونوں اللہ تعالی سے ان کو کوئی بھی فائدہ نہیں دے سکتے، اور یہ اللہ تعالی کا عائشہ اور حفصہ دونوں کو ان کے فعل کی طرف اشارہ کرنا تھا، اور ان کو اس بات کی تنبیہ کرنی تھی کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھروسا نہ کریں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو کوئی فائدہ نہیں دے سکتے۔" [3]

ان کے شیخ زین الدین بیاضی نباطی، حسین بن علوان اور دیلمی کی حدیث میں، جو امام جعفر الصادق سے، اللہ تعالی کے درج ذیل فرمان کی تفسیر میں نقل کرتے ہیں:

﴿وَ اِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ﴾ [4]

1 حديث الافك، ص :18

2 الأحزاب:30

3 الصراط المستقيم إلى مستحق التقديم: 165/3

4 التحريم: 3

”اور یاد کریں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعض عورتوں سے ایک پوشیدہ بات کہی۔“

وہ حفصہ ہے اور امام الصادق نے کہا: اس نے اس کلمہ کے ساتھ:

((من أنبأك هذا)) ''اس کی خبر آپ کو کس نے دی۔''

کفر کیا ہے۔

اور اللہ تعالی نے حفصہ اور اس کی بہن کے بارے میں فرمایا:

﴿إِن تَتُوبَآ إِلَى ٱللَّهِ فَقَدۡ صَغَتۡ قُلُوبُكُمَا﴾ [1]

”اے نبی کی دونوں بیویو! اگر تم دونوں اللہ تعالی کے سامنے توبہ کرلو تو بہت بہتر ہے، یقیناً تمہارے دل جھک پڑے ہیں۔“

'صغت' کا معنی 'زاغت' کیا اور اس سے مراد کفر لیا ہے۔“ [2]

دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ کو خبر دی کہ آپ کا باپ اور ابوبکر دونوں میرے بعد خلیفہ بنیں گے، تو اس نے حضرت عائشہ کو خبر دی اور حضرت عائشہ نے اپنے باپ کو خبر دی اور انہوں نے اپنے ساتھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر دی، پھر وہ دونوں خلافت کو جلدی طلب کرنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر پلانے پر متفق ہوگئے، اور جب اللہ تعالی نے ان دونوں کے برے ارادے کی خبر دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو ان دونوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے قسمیں اٹھائیں کہ ان دونوں نے یہ ارادہ نہیں کیا ہے، تو اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ لَا تَعۡتَذِرُواْ ٱلۡيَوۡمَ﴾ [3]

”اے کافرو! آج تم عذر بہانہ مت کرو۔“

---

1 التحريم: 4

2 الصراط المستقيم إلى مستحقى التقديم 168/3

3 التحريم: 7

یوسف بحرانی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں کہتا ہے:

"وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مرتد ہو گئیں تھیں جیسے بہت سارے دوسرے لوگ جو پہلے مسلمان تھے مرتد ہوئے تھے۔"[1]

محمد بن حسین نجفی القمی کہتا ہے جس کی عبارت یہ ہے:

"عائشہ (رضی اللہ عنہا) کا کافرہ ہونا اور مستحق جہنم ہونا ان چیزوں میں سے ہے جو ہمارے بارہ اماموں کی امامت پر دلالت کرتی ہے، اور ہر وہ شخص جس نے اثنا عشریہ کی امامت کو تسلیم کیا اس نے حضرت عائشہ کا لعنت اور عذاب کے مستحق ہونے کو کہا۔"[2] (نعوذ باللہ من ذلك)

اور مجلسی اللہ تعالی کے فرمان:

﴿ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ۝۲۴ ﴾[3]

"کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ اللہ تعالی نے کس طرح مثال بیان کی، اچھی بات اس اچھے درخت کی طرح ہے جس کی جڑیں مضبوط اور شاخیں آسمان کو چھو رہی ہیں۔"

کی تفسیر کرتے ہوئے کہتا ہے:

"ایک سمجھ دار اور سوچ بچار کرنے والے پر ان آیات میں جو حضرت عائشہ او رحفصہ کے نفاق اور ان کے کفر کی طرف اشارہ ہے بلکہ صراحت ہے وہ مخفی نہیں رہ سکتا۔"[4]

---

1 الشهاب الثاقب في بيان معنى الناصب، ص: 236

2 الأربعين في امامة الائمة الطاهرين، ص: 615

3 إبراهيم: 24

4 بحار الانوار:233/22

رافضہ اسی حد پر نہیں ٹھہرے بلکہ ان کے شیخ احمد احسائی نے لکھا ہے:

”ان کا مہدی مزعوم جب آخری زمان میں نکلے گا تو وہ حضرت عائشہ کو زندہ کرے گا اور اس کو ام ابراہیم پر زنا کا بہتان باندھنے کی حد لگائے گا۔“ [1]

جبکہ ان اقوال کے برعکس مفسر قرآن امام ابن کثیر رحمہ اللہ سورۃ نور کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

”تمام اہل علم نے متفقہ طور پر اس بات پر اجماع کیا ہے، جس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو گالی دی اور ان پر تہمت لگائی جس کے ساتھ ان پر تہمت لگی تھی وہ ان آیات کے نازل ہونے بعد کافر ہے کیونکہ وہ قرآن کا انکار کرنے والا ہے۔“

امام قرطبی رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”ہر وہ شخص جس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو گالی دی جس سے اللہ تعالی نے آپ رضی اللہ عنہا کو بری کیا ہے: وہ اللہ تعالی کو جھٹلانے والا ہے اور جس نے اللہ تعالی کو جھٹلایا وہ کافر ہے۔“ [2]

مصنف کہتا ہے:

”شیعہ اثنی عشریہ کی صحابہ کرام اور امہات المومنین کی تکفیر میں واضح نصوص کو دیکھنے کے بعد ہم ان رافضہ سے ایک سوال کرتے ہیں، ہم کہتے ہیں:
کیسے تم دعوی کرتے ہو کہ تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر فضیلت دیتے ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبے اور حقوق کی حفاظت کرتے ہو؟!

---

1 الرجعة، ص: 116

2 الجامع لأحكام القرآن: 184/12

حالانکہ تم کہتے ہو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ مرتد اور منافق ہو گئے تھے، اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ کی مخالفت کی ہے۔ اور دوسری طرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صحابہ اور ساتھیوں کو مومنین صالحین اور پیروی کرنے والے شمار کرتے ہو!!!

پھر کیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کافرہ فاحشہ اور منافق عورتوں سے شادی کرواتے ہیں اور مقابلے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ مومنات، طاہرات اور پاکدامن عورتوں سے شادی کرواتے ہیں (تمہارے زعم کے مطابق) کیا یہ کھلا تضاد نہیں ہے؟

❁❁❁❁

شیعہ اثنی عشریہ کا
خلفاء، قضاۃ اور حکومتوں کی تکفیر کرنا

کوئی بھی ان کی تکفیر سے محفوظ نہیں ہے نہ حاکم اور نہ ہی رعایا، شیعہ اثنا عشریہ نے مسلمانوں کے حاکموں، ان کے قاضیوں اور ان کی حکومتوں پر کفر کا حکم لگایا ہے، اور کہا ہے کہ یہ حکومتیں باطلہ ہیں اور ان کی طرف فیصلہ لے کر جانا طاغوت کی طرف فیصلہ لے کر جانا ہے۔

مجلسی لکھتے ہیں:

''ہر وہ جھنڈا جس کو مہدی علیہ السلام کے آنے سے پہلے بلند کیا جائے گا، تو اس کو بلند کرنے والا طاغوت ہو گا، جس کی اللہ کے علاوہ عبادت کی جاتی ہے۔''[1]

اسی طرح ایک روایت نقل کرتے ہیں:

''ہر وہ حاکم جو اللہ تعالی کی طرف سے نہیں ہے اس کی اطاعت جائز نہیں ہے مگر تقیہ کے طور پر، اور امام جائر، امام ظالم امامت کے اہل نہیں ہے اور اس طرح کے جو اوصاف ہیں وہ اپنے ائمہ کے علاوہ مسلمانوں کے حکام پر ان کا اطلاق کرتے ہیں اور ان حکام میں سے سب سے پہلے خلفاء راشدین، ابو بکر، عمر، عثمان، علی ہیں۔''

تینوں خلفائے راشدین کے بارے میں ان کا شیخ مجلسی کہتا ہے:

''وہ غصب کرنے والے، ظلم کرنے والے اور اللہ کے دین سے مرتد ہونے والے تھے، اللہ تعالی کی ان پر لعنت ہو اور ہر اس شخص پر جس نے ان کی اتباع

---

1 بحار الانوار: 143/52

کی اہل بیت پر ظلم کرنے میں۔"[1]

مسلمانوں کے خلیفہ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنے کی بنا پر انہوں نے ہر اس شخص کو جو ان کے ساتھ تعاون کرتا ہے، طاغوت اور ظالم کہا ہے۔

کلینی نے اپنی سند کے ساتھ عمر بن حنظلہ سے بیان کیا ہے، وہ کہتے ہیں:

"میں نے ابو عبداللہ سے اپنے دو آدمیوں کے بارے میں سوال کیا جن کے درمیان قرض یا وراثت میں جھگڑا تھا اور وہ دونوں بادشاہ کی طرف فیصلہ لے کر جاتے ہیں، کیا یہ ان کے لیے جائز ہے؟ تو فرمایا: جو ان کی طرف فیصلہ لے کر گیا اس نے حرام کو کھایا، چاہے حق کا فیصلہ ہو یا باطل کا، اگر وہ حق پر ہے تو اس کے لیے حرام اس لیے ہو گا کیونکہ اس نے طاغوت کے حکم کے ساتھ حق کو لیا ہے۔"

خمینی اس کلام کو ذکر کرنے کے بعد لکھتا ہے:

"غیر شرعی حکومتوں کی طرف فیصلہ لے کر جانے کی تحریم امام پر واجب ہے کہ غیر شرعی حکومتوں کے اداروں کی طرف فیصلہ لے کر جانے سے منع کرے، کیونکہ مسلمان معاشرے پر واجب ہے کہ وہ اپنے امور میں ظالم حکام اور ان کے ہاں کام کرنے والے قضاۃ کی طرف نہ لوٹیں، اگرچہ آدمی حق پر ہو اور وہ اپنے جائز حق کو حاصل کرنے کے لیے جاتا ہے، جب کسی مسلمان کا بیٹا قتل ہو جائے یا اس کا گھر لوٹ لیا جائے تو اس کے لیے بھی جائز نہیں ہے کہ وہ ظالم حکمرانوں کی طرف فیصلہ کرانے کے لیے جائے۔

اگر کسی کو قرض دیا اور اس کے پاس زندہ گواہ بھی موجود ہو تو اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ ان کے تحت کام کرنے والے قاضیوں کی طرف فیصلہ لے کر

---

1 بحار الانوار: 0/31

جائے۔جو اس طرح کے موقع پر ان کی طرف لوٹا تو وہ طاغوت کی طرف لوٹا اور جو کچھ ان کے واسطے سے حاصل کیا گیا وہ اس کے لیے حرام ہو گا، اگرچہ وہ اپنا حق لینے میں سچا ہی کیوں نہ ہو ، اور اس کے لیے اس میں تصرف کرنا جائز نہیں ہو گا۔"[1]

مجلسی نے اپنی کتاب "بحار الانوار" میں حبیب بن ثابت سے بیان کیا ہے، وہ ابو جعفر الباقر سے، اور وہ اپنے باپ سے اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبرائیل علیہ السلام سے اور وہ اللہ تعالی سے بیان کرتے ہیں، اللہ تعالی فرماتے ہیں: "مجھے میری عزت اور میرے جلال کی قسم..."

میں کہتا ہوں:

اس بنا پر تو تمام اسلامی حکومتیں کافر ہیں، اور ان کے حکام طاغوت شمار کیے جائیں گے۔ پہلے خلیفہ حضرت ابو بکر الصدیق سے لے کر بنو امیہ اور بنو عباس سمیت ہمارے اس دن تک، تمام حکومتیں کافرہ ہیں تو ان کے لیے سمع اور طاعۃ جائز نہیں ہے اور نہ ہی ان کے قاضیوں کی طرف فیصلہ لے کر جانا جائز ہے، مگر تقیہ کے طور پر۔

❀❀❀❀

---

1 الحکومۃ الاسلامیۃ :136

اسلامی ممالک پر شیعہ اثنا عشریہ کا حکم

اسلامی ممالک مثلاً جزیرۃ العرب، مصر، شام، بصرہ وغیرہ بھی شیعہ اثنا عشریہ کی تکفیر، لعنت اور گالیوں سے محفوظ نہیں رہے، انہوں نے مکہ مکرمہ میں طعن کیا جس کو اللہ تعالیٰ نے شرف دیا ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کا گھر کعبہ ہے، اور جس کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّ ارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ﴾ [1]

"اور جب ابراہیم علیہ السلام نے کہا، اے اللہ! تو اس جگہ کو امن والا شہر بنا اور یہاں کے باشندوں کو جو اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والے ہیں، پھلوں سے روزیاں دے۔"

کلینی سلیمان بن خالد سے، وہ ابو عبد اللہ سے بیان کرتے ہیں:

"شام کے رہنے والے روم والوں سے برے ہیں اور مدینہ والے مکہ والوں سے برے ہیں اور مکہ والے اللہ تعالیٰ کے ساتھ واضح کفر کرتے ہیں۔" [2]

اور لکھا ہے:

"بے شک مکہ والے اللہ تعالیٰ کے ساتھ واضح کفر کرتے ہیں اور مدینے والے مکہ والوں سے (ستر 70) گناہ زیادہ خبیث ہیں۔" [3] نعوذ باللہ!

1 البقرۃ: 126

2 اصول الکافی: 409/2

3 اصول الکافی: 409/2

اور وہ مسلمانوں کے باقی شہروں میں بھی طعن و تشنیع کرتے ہیں۔

کلینی ابو بکر الحضرمی سے بیان کرتے ہیں، انہوں نے ابو عبد اللہ سے سوال کیا: شام والے زیادہ برے ہیں یا روم والے؟ تو انہوں نے کہا: "بے شک روم والوں نے کفر کیا لیکن ہمارے ساتھ دشمنی نہیں کی، اور شام والوں نے کفر کیا اور ہمارے ساتھ دشمنی بھی کی۔"[1]

مجلسی اپنی کتاب "بحار الانوار" میں عبد الملک بن ہارون سے وہ ابو عبد اللہ سے اور وہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں:

"جب امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں خبر پہنچی کہ وہ ایک لاکھ آدمیوں کے ساتھ ہیں، تو پوچھا: وہ کون سی قوم سے ہیں؟ انہوں نے کہا: شام والوں میں سے، تو فرمایا: تم شام والے نہ کہو، بلکہ تم شُوم (نحوست) والے کہو۔"[2]

اور دوسری روایات ہیں۔ جو شہر مصر پر طعن کرنے پر دلالت کرتی ہیں، اور اس میں اقامت اختیار کرنے سے ڈراتی ہیں۔ (اللہ کی پناہ)

ہاشم بحرانی اپنی کتاب "تفسیر البرہان" میں لکھتے ہیں:

"ابو جعفر رحمہ اللہ نے فرمایا: سب سے اچھی زمین شام کی زمین ہے، اور سب سے بری قوم اس کے رہنے والے ہیں، اور سب سے بر املک مصر ہے، کیونکہ وہ اس شخص کا قید خانہ ہے جس پر اللہ تعالی ناراض ہوتے تھے، اور بنی اسرائیل کا مصر میں داخل ہونے کا سبب اللہ تعالی کی ناراضی اور نافرمانی کی وجہ سے ہی تھا۔"

اللہ تعالی نے فرمایا:

---

1 اصول الکافی: 409/2

2 بحار الانوار: 208/57

﴿يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ﴾ [1]

"اے میری قوم اس مقدس زمین میں داخل ہو جاؤ، جو اللہ تعالی نے تمہارے لیے لکھ دی ہے۔"

یعنی شام میں۔ تو انہوں نے اس میں داخل ہونے سے انکار کر دیا، اور مصر کی زمین میں چالیس سال تک حیران پھرتے رہے، پھر وہ چالیس سال بعد شام میں داخل ہوئے۔

کہا: "ان کا مصر سے نکلنا اور شام میں داخل ہونا، ان کی توبہ اور اللہ تعالی کی رضامندی کے بعد تھا۔"

اور فرمایا: "بے شک میں ناپسند کرتا ہوں کہ کوئی چیز کھاؤں جو ملکِ شام کے برتنوں میں پکائی گئی ہو، اور اس کی مٹی سے میں سر کو دھونا پسند نہیں کرتا، اس ڈر کی وجہ سے کہ اس کی مٹی میرے لیے ذلت ورسوائی کا سبب نہ بن جائے، اور میری عزت کو ختم نہ کرے۔" [2]

مجلسی کی کتاب "بحار الانوار" یحیی بن حسن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے کہتے ہیں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم اس میں ٹھہرنے کو پسند نہ کرو اور میں سمجھتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم مصر سے کنارہ کشی کرو کیونکہ وہ آدمی کو دیوث (بے غیرت) بنا دیتا ہے۔" [3]

حویزی کی تفسیر "نور الثقلین" اور "تفسیر قمی" میں ابو عبد اللہ سے روایت کیا گیا ہے، وہ کہتے ہیں: "حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مصر کے لوگ داؤد علیہ السلام کی زبان سے لعنت کیے گئے، اللہ تعالی نے ان سے بندر اور خنزیر بنا دیے۔" [4]

اسی طرح مجلسی کی کتاب "بحار الانوار" میں بزنطی سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں

---

1 المائدة: 21

2 تفسير البرهان: 457/1

3 بحار الانور: 211/57

4 نور الثقلين، ص 660۔ القمی 241/2

، میں نے رضا کو کہا: "بے شک مصر والے سمجھتے ہیں کہ ان کا شہر مقدس شہر ہے، اس نے کہا: کیسے یہ ہو سکتا ہے؟ میں نے کہا: میں آپ پر قربان ہوں وہ سمجھتے ہیں کہ ان کی اولاد سے ستر ہزار (70) لوگ بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل ہوں گے، انہوں نے کہا: نہیں! میری عمر کی قسم یہ اس طرح نہیں ہے، اللہ تعالی بنی اسرائیل پر غصے ہوئے تو ان کو مصر میں داخل کر دیا، اور جب خوش ہوئے تو ان کو اس سے کسی اور طرف نکال دیا۔" [1]

یہاں تک کہ بصرہ بھی شیعہ اثنا عشریہ کے طعن و تشنیع سے محفوظ نہیں رہ سکا، مجلسی اپنی کتاب "بحار الانوار" میں میمون بن عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں، وہ ابو عبد اللہ سے، وہ کہتے ہیں: "جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بصرہ سے نکلنے کا ارادہ کیا تو اس کے کناروں پر کھڑے ہو کر فرمایا: اے زمین کے سب سے بدبودار حصے مٹی کے لحاظ سے! اور سب سے زیادہ تیزی سے خراب ہونے کے لحاظ سے اور سب سے زیادہ سخت عذاب کے لحاظ سے! تجھ پر اللہ کی لعنت ہو۔" [2]

ان تمام شہروں پر یعنی مکہ، مدینہ، مصر اور دوسرے اسلامی شہروں پر طعن کرنے کے بعد کونسا ملک ہے جو شیعہ اثنا عشریہ کے نزدیک امن والا ہے؟

مجلسی اپنی کتاب "بحار الانوار" میں ابو الاکراد علی بن میمون الصائغ سے روایت کرتے ہیں، وہ ابو عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں: "بے شک اللہ تعالی نے کوفہ شہر کے ساتھ تمام شہروں پر اور اس میں رہنے والے مومنین کے ساتھ تمام دوسرے لوگوں پر دلیل قائم کی، اور قم شہر کے ساتھ تمام شہروں پر اور اس کے رہنے والوں کے ساتھ تمام مشرق و مغرب میں رہنے والے جن و انس پر دلیل قائم کی۔ اللہ تعالی نے قم میں رہنے والوں کو کمزور نہیں چھوڑا بلکہ ان کو توفیق دی اور ان کی تائید کی... یہاں تک کہ آخر میں فرمایا: بے

1 بحار الانوار: 208/57

2 بحار الانوار: 203/57

شک فرشتے 'قم' اور اس کے رہنے والوں سے آزمائشوں اور مصیبتوں کو دور کرتے ہیں اور جس ظالم نے بھی اس شہر کے ساتھ برائی کا ارادہ کیا تو اللہ تعالی نے اس کو ہلاک کر دیا یا پھر مصیبت میں ڈال دیا یا پھر دشمن کے ساتھ مشغول کر دیا۔" [1]

یہاں پر بس نہیں بلکہ وہ گمان کرتے ہیں کہ اللہ تعالی نے 'قم' میں رہنے والوں کے لیے جنت کا ایک دروازہ خاص کیا ہے۔ مجلسی نے بحار الانوار میں ابوالحسن الرضا سے ذکر کیا ہے وہ کہتے ہیں:

"بے شک جنت کے آٹھ دروازے ہیں، اور ایک ان میں سے قم والوں کے لیے ہے، ان کے لیے خوشخبری ہے، ان کے لیے خوشخبری ہے۔" [2]

اور ایک دوسری روایت میں ہے:

"جنت کے آٹھ دروازے ہیں، تین ان میں سے قم والوں کے لیے ہیں، ان کو خوشخبری ہو، ان کو خوشخبری ہو۔"

اے مسلمان ذرا غور کر! کیسے مکہ مکرمہ کو جس کو اللہ تعالی نے حرم بنایا اور مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے رہنے والوں کو ملعون بنایا گیا، اور شام، مصر اور بصرہ کو بھی ملعون ٹھہرایا گیا، اور دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالی قمِ ایران سے اور اس کے رہنے والوں سے راضی ہو گیا، بلکہ اللہ تعالی اس سے اور اس کے رہنے والوں سے بیماریوں اور آزمائشوں کو دور کرنے کے لیے خاص فرشتے مقرر کرتے ہیں۔

یہ عجیب تعصب ہے! کیا یہ بات دلالت نہیں کرتی کہ شیعہ ایک متعصبانہ دعوت ہے؟

❀❀❀❀

---

1 بحار الانوار: 212-213/57

2 بحار الانوار: 215/60